شریف گنج امرتسر،

اس مختصر رسالہ مین امام بخاری کے حالات مختصر طور سے لکھے گئے ہین، تنقید و درایت پر زیادہ زور [دیا]
گیا ہے، حالانکہ امام حدیث کے ترجمہ مین توکم از کم اس کا لحاظ رکھنا چاہئے تھا، ابتدا مین اخبار توحید کے نائب
مدیر مولوی ابو القاسم صاحب کا دو صفحون کا مقدمہ ہے، اس مقدمہ مین لائق مقدمہ نگار نے دنیا کے تحقیق کے
سامنے ایک عجیب حقیقت کا اظہار کیا ہے، وہ لکھتے ہین،

"تمام انبیاے اسلام،، کا اس پر اتفاق ہے، کہ آپ سے بڑھ کر کوئی شخص روے زمین پر علم حدیث
مین آپ کا ہم پلہ اور ثانی نہین ہوا" شاید انبیار کی جگہ ائمہ کا لفظ ہو،

مرغیون کی پرورش، از جناب شاہ ولی محمد صاحب بی اے، (آنرز) صفحہ ۹۰ قیمت ۸، پتہ منیجر
پروپرائٹر اخبار تعلیم، انار کلی، لاہور،

مرغیون کی پرورش سے متعلق اب سے پہلے بھی متعدد کتابین شایع ہو چکی ہین، اور اس کتاب
کی اشاعت اس بات کی شاہد ہے کہ مرغیون کی پرورش اور ان سے اقتصادی افادہ کا خیال لوگون مین
ترقی کر رہا ہے، یہ کتاب ایک تمہید اور ۷ ابواب مین منقسم ہے، اور ان کے ماتحت، مرغیون کے اقسام، ڈربے،
بچہ کا بچے نکلوانے، بچون کی پرورش، مرغیون کی بیماری و علاج اور انڈون کی حفاظت پر جامع طور پر اچھی بحث
کی گئی ہے، اگر لایق مصنف انھین ابواب کے ساتھ اس کے اقتصادی پہلو پر بھی ایک باب کا اضافہ کر کے ان کی
فروخت کے ذرایع اور بازارون کا حال دیدیتے تو یہ کتاب بہت مفید سفید ہوتی، جا بجا دستی تصاویر بھی ہین،

شیب و شباب، مترجمہ جناب محمد امیر صاحب اورنگ آبادی، صفحہ ۴۴ قیمت ۶، پتہ امترجم متصل دیوان
ڈیوڑھی، اورنگ آباد دکن،

یہ انگلستان کے مشہور شاعر براؤننگ کی معروف نظم ربیع بن عذرا کا نظم مین ترجمہ ہے، اس سے پہلے اس کا نثر مین ترجمہ ہو چکا
ہے، ابتدا مین تین صفحون کی تمہید ہے جسمین ربیع بن عذرا اور براؤننگ سے تعارف کرایا گیا ہے،

"ن"

عدد پنجم	ماہ جمادی الاولیٰ ۱۳۴۷ھ مطابق ماہ نومبر ۱۹۲۸ء	جلد بست و دوم

مضامین

شذرات

نومبر کے اس آخری ہفتہ میں ہندوستان کی مشرقی کانفرنس کا اجلاس لاہور میں منعقد ہوا، پنجاب جو آجکل اردو کا ...
ہے، اس کی برکت یہ ہے کہ امسال اردو کو بھی بحیثیت ایک مستقل مضمون کے اس اجلاس میں جگہ ملی، اور نواب صدر یار جنگ ...
حبیب الرحمان خاں شروانی نے اس شعبۂ اردو کی صدارت کی، موصوف نے اس موقع پر جو خطبۂ صدارت پڑھا وہ ...
اور انشاپردازی کے لحاظ سے نہایت بلند ہے، مولانا نے اس میں اردو زبان کی تاریخی حیثیت سے تحقیق کی ہے، اور آخر میں ...
کے موجودہ اداروں پر تبصرہ فرمایا ہے، اور اسی ضمن میں دار المصنفین اور معارف کا بھی ذکر فرمایا ہے جس کے ...
اور معارف کے کارکن موصوف کے بدل شکر گذار ہیں، افسوس ہے کہ یہ خطبہ ہمارے پاس اس وقت پہنچا جب یہ رسالہ تیار ہو ...
تھا، انشاء اللہ دسمبر کے رسالہ میں یہ خطبہ آپ کے سامنے ہوگا،

دنیا میں حوادث اور مصیبتیں بھی کبھی رحمت بنجاتی ہیں، ملیبار کا علاقہ جو پہلے انگریزی تسلط کے بعد کس مپرسی ...
کی حالت میں تھا، اس کے پچھلے فتنہ نے اس کو بیدار کر دیا، ملیبار کے مسلمان اب چونک گئے ہیں، اور اپنی اصلاح اور ترقی کی کوشش ...
میں لگ رہے ہیں، مدرسے قائم ہو رہے ہیں، کتبخانے کھل رہے ہیں، اخبار اور رسالے بھی نکلنے لگے ہیں، اسی سلسلہ میں یہ خواہش ...
بھی پیدا ہوئی ہے کہ اردو کی ممتاز کتابوں کو ملیباری زبان میں ترجمہ کیا جائے، چنانچہ تاریخ اسلام کی بعض اردو کتابوں کا ...
ترجمہ ہو چکا ہے، اور اب معلوم ہوا ہے کہ الفاروق کا ترجمہ بھی وہاں مکمل ہو چکا ہے، اب اس کی اشاعت کی اجازت ...

اسلام کی سیاسی و علمی تاریخ میں دیالمہ کو جنکا دوسرا خاندانی نام آل بُویہ ہے خاص اہمیت حاصل ہے، یہ عجمی خاندان ...

... خلافت عباسیہ کی برائے نام سیادت کے اندر ۳۲۱ھ سے ۴۴۷ھ تک تقریباً سوا سو برس بڑے جاہ و جلال کے ساتھ ...
... تک کہ پانچویں صدی کے وسط میں ایک طرف سے غزنوی سلاطین اور دوسری طرف سے سلجوقیوں نے ان کا خاتمہ ...
... کی تاریخ خود ان کے عہد میں ایک ادیب نے سرکاری حیثیت سے لکھی تھی، منقول ہے کہ ایک دفعہ یہ ادیب اس کام کیلئے ...
... مواد اور کاغذات کو پھیلائے، اس کی تاریخ ترتیب دے رہے تھے، ان کے ایک دوست نے پوچھا کیا کر رہے ہو، فرمایا ...
... جوڑ رہا ہوں، اُلفق الا کاذیب، اس سے اندازہ ہوگا کہ جب خود اس کے عہد میں اس کی تاریخ مجموعۂ اباطیل تو کہی گئی ...

مارچ ۲۸ء کے معارف میں ان عزیزوں کے ذکر کے سلسلہ میں جو انگلستان کی لندن یونیورسٹی کے تحت اسکول آف اورینٹل ...
... اسلامی تحقیقات میں مصروف ہیں، سعید صاحب کا ذکر آیا تھا جو دیالمہ کی تاریخ میں سچ اور جھوٹ صحیح اور غلط کی تحقیقات ...
... تھے، ہم کو یہ معلوم کر کے خوشی ہوئی کہ وہ عربی اور اسلامی تاریخ میں لندن یونیورسٹی سے ڈاکٹریٹ کی سند لیکر اپنے ...
... (بلند شہر) واپس آگئے ہیں، ہمیں معلوم ہوا ہے کہ دیالمہ کے متعلق ان کی تحقیقات عالیہ کی داد بعض بڑے بڑے مستشرقین نے ...
... اور اس مبحث پر ان کا مقالہ عنقریب طبع ہونے والا ہے، ہم ڈاکٹر صاحب کی خدمت میں ان کی اس کامیابی پر مبارکباد ...
... کرتے ہیں، اور امید رکھتے ہیں کہ ان کی تحقیقات سے علم کے ساتھ اسلام اور مسلمانوں کو بھی فائدہ پہنچیگا،

ہندوستان میں رامپور کا سرکاری کتبخانہ نایاب کتابوں کے ذخیرہ کی حیثیت سے ایک خاص اہمیت رکھتا ہے، ...
... اس کی فہرست مرتب اور مطبوع نہ ہونے کی وجہ سے بہت کم لوگوں کو اس کے مملوکات کا علم ہے، مدت ہوئی جب مرحوم حکیم اجمل خاں ...
... صاحب رامپور میں قیام فرما تھے، اور اس کتب خانہ کے ناظر اعلیٰ تھے، تو اس زمانہ میں اس کی عربی کتابوں کی فہرست کی پہلی جلد شائع ...
... ہوئی تھی، اس کے بعد یہ کام رُک گیا، اور کتب خانۂ رامپور قلعۂ معلّٰی کے اندر ایک سر بمہر خزانہ کی طرح رہ گیا، جناب حافظ احمد علی خاں ...
... صاحب ناظر حال کتبخانۂ رامپور نے جب اس کو اپنے اہتمام میں لیا تو اس کی فہرست کی تکمیل کی ضرورت محسوس کی، اور خوشی کی بات ...
... ہے کہ حافظ صاحب نے عربی کتابوں کی فہرست کی اب دوسری جلد شایع کی ہے، ہز ہائنس کی سرکار عالی سے گذارش ہے کہ وہ ...

کتب خانہ کی اہمیت کا لحاظ فرما کر، اس کی جلد ترتیب و تکمیل کی طرف توجہ کرے، اور حافظ صاحب کی اس بارہ میں ممکن ا
فرمائے، ریاست رامپور ہمیشہ سے علم نواز رہی ہے، اور اب بھی اس سے یہی توقع ہے۔ فہرست پر تبصرہ آئندہ نظر سے گذرے گا

ہم نے معارف کے کسی گذشتہ رسالہ کے شذرات میں جرمنی کے جس مشرقی کتبخانہ کی حدیث کی نادر کتابوں کا حال لکھا تھا، اب اسی کتب خانہ کی تفسیر کی نادر کتابوں کی فہرست ہم کو اپنے دوست (مولوی محمد الدین صاحب مجددی ساکن گجرات) کے ذریعہ سے ملی ہے، اس میں تفسیر کی حسب ذیل غیر مطبوعہ کتابیں موجود ہیں، اور جو سب کی سب بڑے بڑے مشہور کے دست خاص کی لکھی ہوئی ہیں، مثلاً تفسیر ابن مردویہ المتوفی سنہ ۴۱۰ھ حافظ منذری کے قلم سے، تفسیر عبد الرزاق المتوفی حافظ سیوطی کے ہاتھ کی، تفسیر عبد بن حمید المتوفی سنہ ۲۴۹ھ حافظ ابن حجر کے دست خاص کی، تفسیر ابن منذر نیشاپوری المتوفی (دو جلدوں میں) بقلم حافظ سیوطی، تفسیر ابن ابی حاتم المتوفی سنہ ۳۲۷ھ (کامل تین جلدوں میں) اور تفسیر ابن ابی شیبہ سنہ ۲۳۵ھ (کامل) دونوں قاضی شوکانی کے ہاتھ کی، الانصاف فی الجمع بین الثعلبی والکشاف لابن اثیر الجزری المتوفی (کامل دو جلدوں میں) علامہ فیضی اکبرآبادی کے قلم سے، فتح المنان فی تفسیر القرآن قطب الدین شیرازی المتوفی سنہ ۷۱۰ھ (میں) حافظ ابن حجر کے نواسہ کے ہاتھ کی، تفسیر ابن جماعۃ الکنانی المتوفی سنہ ۷۹۰ھ (۲ جلدوں میں) تفسیر بقاعی المتوفی سنہ ۸۸۵ھ (میں کامل، الکتبخانہ خدیویہ مصر میں یہ کتاب ۷ جلدوں میں کامل ہے اور مدینہ طیبہ کے کتب خانہ محمودیہ میں ۵ جلدوں میں ہے کے کتبخانہ حرم میں بھی اس کے کچھ اجزا ہیں) علم اسباب النزول میں اسباب النزول امام ابن مدینی المتوفی سنہ ۲۳۴ھ اور اسباب النزول ابن جوزی المتوفی سنہ ۵۹۷ھ دونوں حافظ ابن جوزی کے قلم سے، اسباب النزول ابو جعفر محمد بن علی مازندرانی المتوفی سنہ سیوطی کے ہاتھ کی۔

سب سے عجیب نسخہ معتزلہ کے ایک مشہور امام قاضی عبد الجبار معتزلی کے شاگرد شیخ عبد السلام بن یوسف قزوینی المتوفی کی تفسیر حدائق ذات بہجہ ہے، امام یافعی نے مرآۃ الجنان (جلد ۳ صفحہ ۱۴۷) میں لکھا ہے کہ یہ تفسیر تین سو جلدوں میں

کشف الظنون میں تفسیر قزوینی کے نام سے اس کا ذکر کیا ہے، اور لکھا ہے کہ اس کی تین سو جلدیں ہیں، غالباً یہ معتزلہ کی تفاسیر میں سے اب تنہا دنیا میں باقی ہے، مگر اس سے بھی زیادہ عجیب تر یہ بات ہے کہ معتزلہ کی تفسیر کا یہ نسخہ معتزلہ کے سب سے بڑے دشمن علامہ ابن تیمیہ کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے، ممکن ہے کہ علامۂ ممدوح نے ع تتبع زہر گزشتہ را تم کے اصول پر اس کی نقل کی ہو

بہر حال اگر یہ اطلاعات صحیح ہیں، تو ہم کو اپنی بد قسمتی پر کتنا ماتم کرنا چاہیے، کہ بزرگوں کی یہ دولت ہم نے کس طرح لٹا دی، اور جرمنوں کی علم دوستی کی کتنی قدر کرنی چاہیے کہ انھوں نے غیروں کے خزانہ کی کس طرح حفاظت کی ہے۔

ہم نے معارف کے پچھلے نمبر میں اعلیٰ حضرت شاہ افغانستان کی تجدید و اصلاح کے طرز و اسلوب کی نسبت جو رائے قائم کی تھی وہ بالآخر صحیح نکلی، اور اعلیٰحضرت کی شاہانہ تقریروں سے شکوک و شبہات کے تمام پردے چاک ہو گئے، افغانستان کے ایک تازہ معتبر و مستند خط کا صرف ایک فقرہ درج ذیل ہے،

"شما از ملک ما آوازہا ے زیادے از ہر قبیل خواہید شنید، و لے ایں مملکت اسلامی است و ہر وقت خواہد بود"

دوسرے دور دراز اسلامی ملکوں کی نسبت تو ہم کو رائٹر ایجنسی اور ولایتی اخبارات کے ذریعہ سے حالات جاننے کی مجبوری ہے، مگر ہمسایہ افغانستان کی نسبت بھی اگر ہم کو سول اینڈ ملٹری گزٹ، اور پانیر ہی کی اطلاعات کو اپنے لیے ذریعہ بنانا پڑے تو کس درجہ افسوس کی بات ہے، حالانکہ افغانستان کے فارسی اخبارات نہایت آسانی سے لوگوں کو مل سکتے ہیں، اور ان سے افغانستان کے اصلی حالات اچھی طرح معلوم ہو سکتے ہیں، ہندوستان کے اسکولوں اور کالجوں میں فارسی رسائل اور اخبارات کی ادبی حیثیت سے بھی ضرورت ہے، اور نئی فارسی کے ذوق رکھنے والوں کے لیے بھی وہ مفید ہیں، اور آسانی سے وہ خریدے جا سکتے ہیں،

ان میں سب سے زیادہ مشہور، و ترقی یافتہ اور نیم سرکاری اخبار **امان افغان** ہے، جو عمدہ ٹائپ میں چھپتا ہے، قیمت ۸ شلنگ ہے، اور طلبہ سے نصف قیمت، اور پتہ "ادارہ خانہ امان افغان، دہ افغانان، کابل"، دوسرا قومی اخبار انیس ہے، اس کی قیمت ۵ شلنگ ہے، اور کابل سے نکلتا ہے،

سید محمد توفیق بے جو ایک ترک فاضل ہیں، اور ہندوستان میں چار دفعہ وہ مختلف تقریبوں سے آچکے ہیں، اور ابھی پچھلی دفعہ دو تین برس ہوئے کہ ترکی ہلال احمر کے ساتھ آئے تھے، ان کا ایک فارسی نوازش نامہ مورخہ ۲۹ ربیع الآخر ۱۳۴۶ھ ابھی ہم کو ملا ہے، اس میں موصوف لکھتے ہیں کہ سیرت نبوی کے ترکی ترجمہ نے بڑی دلچسپی پیدا کر دی ہے، اور لوگ اس کو ذوق و شوق سے پڑھ رہے ہیں، تیسری جلد جو معجزات پر ہے وہ اکتوبر کے آخر میں وہاں شائع ہو گئی ہوگی، لیکن آپ کو معلوم ہے کہ وہاں سب سے زیادہ کس جلد کے ترجمہ کی مانگ ہے،

"لیکن بقیہ جلد چہارم کہ جواب با اعتراضات مستشرقین و فضلائے فرنگ است نقصان است، گویا آں علامہ فہامہ دام علاہ تحریر آں را تمام فرمودہ اید، خوب است، از راہ کرم و خدمت بعلم آں قسمت را بذریعہ یکے از خواص استنساخ فرمودہ و نسخہ را برائے عمر رضا بیگ دیا اشرف ادیب یک نفر بفرستند و بر گردن ہمہ ما ہا مریدان و ہوا خواہان و تلامیذ آں بزرگوار و مولانا شبلی قدس اللہ سرہ بگذارند،"

کیا یہ ذوق و شوق "ملحد" ترکوں کا ہے؟

کائنات کی ہر چیز کی طرح علم و فن کے بھی ہر شعبہ اور شاخ کی شاید مختلف خصوصیات ہیں یہاں تک کہ صنف ادب کی نظم اور نثر کی بھی الگ الگ خصوصیتیں ہیں، ایک نثر نگار کے مضمون کو اگر آپ ناپسند کیجئے تو وہ آزردہ تو ہوگا، مگر برہم نہ ہوگا، لیکن اگر کسی شاعر کو ٹوک دیجئے تو وہ اپنی غلطی پر اصرار کریگا، غصہ سے منہ میں کف بھر لائیگا، اور اگر اس کو زیادہ خفا کیجئے گا تو وہ نظم میں آپکی ہجو کہہ ڈالے گا، اور اس کو اپنا کمال سمجھے گا،

معارف جب سے جاری ہے، **ادبیات** کا عنوان بھی اس میں قائم ہے، کہ سنجیدہ اور ٹھوس مضامین پڑھنے والوں کے لیے اس میں تفنن اور تفریح طبع کا سامان موجود رہے، مگر خدا جانتا ہے کہ نظموں کے معاملہ میں ہمیشہ ہم کو اپنے معیار سے کم پر قناعت کرنی پڑی، آجکل نظم گو شاعروں کا یہ حال ہے کہ انھوں نے رات کو عمر میں پہلی بار غزل یا کوئی اور نظم لکھی اور صبح سویرے اس کو کسی اخبار یا رسالہ کے نام چھپنے کو بھیجا، اخبارات اور رسالوں کے مدیر اپنے صفحوں کو بھرنے کے لیے ہر رطب و یابس کے چھاپنے کے لیے تیار بیٹھے رہتے ہیں، انھیں صحیح و غلط اور پست و بلند سے بحث نہیں، بلکہ نفس چند منظوم سطروں سے بحث ہے، نتیجہ یہ ہے کہ ہمارے نوخیز شعراء کو اپنی غلط روی کی سند ہاتھ آجاتی ہے، روز بروز وہ خود غلط ہوتے جاتے ہیں، اپنی نسبت ان کی غلطی ترقی کرتی جاتی ہے، اور ان کے جہل مرکب کا نشہ اور تیز ہوتا جاتا ہے،

کتنی نظمیں اور غزلیں جنکی نہ زبان درست، نہ ترکیبیں صحیح، نہ خیالات بلند، بلکہ کبھی کبھی بحر اور وزن سے بھی محروم، وہ بڑے طمطراق اور شان و شکوہ سے اخبارات اور رسالوں میں چھپتی رہتی ہیں اور ان کے اڈیٹر اپنے صحیفہ کی برتری اور عزت کے لیے اس بات پر مجبور ہوتے ہیں کہ وہ ان شعراء کو بڑے بڑے آداب و القاب سے یاد کرکے انکی عزت بڑھائیں، سوال یہ ہے کہ ہمارے اس طرز عمل سے فن کو ترقی ہو رہی ہے یا تنزل؟

پرانی شاعری اپنی محدود بیانی، اور مبالغہ آمیزی کے باوجود قصیدہ، مثنوی، قطعہ، رباعی، غزل وغیرہ متعدد اصناف سخن پر حاوی تھی، قصیدہ تو یوں گیا کہ اب کوئی ممدوح امیر و نواب بادشاہ نہیں، اور مثنوی کی جگہ افسانوں اور ناولوں نے لے لی، قطعہ و رباعی کے لیے کسی فلسفیانہ یا اخلاقی یا اور کسی بلند تخیل کی ضرورت ہے، اور وہ مفقود، اب ایک غزل رہ گئی، وہ بھی اصلی جذبات کے لیے نہیں، بلکہ تمامتر نقلی، جس شاعر کو دیکھئے حسن و عشق کی ایک منظوم داستان لیے بیٹھا ہے، پھر لکھنؤ کے اخیر موجودہ مذاق نے غزل کو تمامتر مرثیہ بنا دیا ہے، مایوسی، ناامیدی، افسردگی، یاس اور حسرت آج ہماری شاعری کے سب سے عزیز تر مضامین ہیں، اور انھیں کو ہمارے نوجوان کہتے اور پڑھتے ہیں، کیا یہ مضامین قوم کی روح میں ترقی، جد و جہد، استقلال، ہمت، قوت کے جذبات پیدا کر سکتے ہیں، کیا ہم اس سے یہ نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ ہماری "نئی شاعری" اس باب میں ہماری "پرانی شاعری" سے بھی بدرجہا نیچے گر رہی ہے؟ ہم کو اپنے زود رنج شاعر نوجوانوں کی برہمی خاطر کا پورا احساس ہے،

مقالات

ہندوستان مین علم حدیث

(۲)

استدراک و اضافہ

شیخ بہاؤ الدین زکریا ملتانی سہروردی

مضمون کے پہلے حصہ مین ایک نہایت اہم شخصیت نظر انداز ہوگئی، اور وہ شیخ الاسلام بہاؤ الدین زکریا ملتانی ہین، جن سے ہندوستان مین سلسلۂ سہروردیہ کا آغاز ہوتا ہے، عام تذکرون مین یہ لکھا ہے کہ شیخ بہاؤ الدین کے دادا کمال الدین علی شاہ قریشی مکہ معظمہ سے خوارزم گئے تھے، اور وہان سے ملتان آکر آباد ہوئے، شیخ عین الدین بیجاپوری نے اپنے تذکرۃ الاولیا مین لکھا ہے کہ شیخ بہاء الدین مہیار (صحیح ہبار) بن اسود بن مطلب بن اسد قریشی کی اولاد سے تھے، قلعہ کوٹ کرور (متصل ملتان) مین [illegible]ھ مین پیدا ہوئے، بارہ برس کے ہوئے تو علم کی تحصیل کے لیے خراسان و بخارا کا سفر کیا، پندرہ برس کے سن مین علوم ظاہری کی تکمیل کی اور درس و افادہ کی مجلس گرم کی، پھر جاذبۂ شوق نے حرمین کی طرف کھینچا، اور عراق ہوکر مکہ معظمہ گئے، حج ادا کیا، پھر مدینہ منورہ جاکر شیخ کمال الدین محمد محدث یمنی سے حدیث کا درس لیا، اور مدت مدید تک (فرشتہ نے ۵۳ برس تک لکھا ہے) مدینہ منورہ مین حدیث کا درس و شغل رکھا، الفاظ یہ ہین،

"نزد شیخ کمال الدین محمد یمنی کہ از محدثین کبار بودہ پنجاہ و سہ سال در مدینہ منورہ بگفتن درس حدیث اشتغال داشت کتب حدیث خواندہ و اجازت حاصل نمود،"

[1] فرشتہ جلد دوم صفحہ ۴۰۴ نولکشور،

وہان سے بیت المقدس ہوکر وہ بغداد پہنچے، اس وقت بغداد مین مدرسۂ نظامیہ زندہ تھا، اور شیخ شہاب الدین عمر سہروردی جو اسی مدرسہ کے فاضل تھے، اور ان کے عم محترم شیخ ابو النجیب عبدالقاہر سہروردی دو برس [illegible] سے ۵۴۷ھ تک اس کے مدرس اعلی رہ چکے تھے، اور شیخ شہاب الدین نے اپنے چچا سے کسب کمال کیا شیخ بہاء الدین زکریا جب بغداد پہنچے ہین، تو شیخ ابو النجیب سہروردی کا ۵۶۳ھ مین وصال ہو چکا تھا، اور ان کی جگہ پر شیخ شہاب الدین سہروردی مسند آرا تھے، شیخ بہاء الدین نے شیخ شہاب الدین سہروردی سے بیعت کی اور ان کے فیض صحبت سے مستفید ہوئے، اور ظاہر و باطن سے آراستہ ہوکر ہندوستان واپس آئے اور ملتان مین سکونت اختیار کی، یہ وہ وقت تھا جب سلطان قطب الدین ایبک کی حکومت تھی، سلطان قطب الدین نے ملتان اور اوچہ ناصر الدین قباچہ کو اور دہلی کا تخت شمس الدین التمش کو سپرد کیا تھا، قطب الدین کی وفات کے بعد ناصر الدین قباچہ نے شریعت کی ترویج اور احکام دین کے اجرا مین نہایت سستی اور بے پروائی برتی، تو شیخ الاسلام نے بے محابا سلطان شمس الدین التمش کو اس کی اطلاع دی، اور جب ناصر الدین قباچہ نے [illegible] برس کی تو فرمایا مین نے جو کچھ کیا خدا کے حکم سے کیا، تم سے جو کچھ ہو سکے وہ کر گذرو، یہ کلمۂ حق سنکر ناصر الدین کانپ اٹھا،

شیخ نے ۶۶۶ھ مین وفات پائی،

پچھلے مضمون مین حسب ذیل تین بزرگون کے تذکرے صرف دو سطرون مین تھے، مگر تفصیل کی ضرورت ہے:

مولانا برہان الدین محمود

امام صغانی کے شاگرد مولانا برہان الدین محمود دہلوی تھے وہ امام مرغینانی صاحب ہدایہ کی خدمت مین بھی حاضر ہوئے تھے، سلطان غیاث الدین بلبن کے عہد حکومت مین ہندوستان آئے، اور مشارق الانوار کا درس دینا شروع کیا، ۶۸۶ھ مین وفات پائی اور دہلی مین حوض شمسی کے پورب مین دفن ہوئے، ان کے خاص شاگرد مولانا کمال الدین زاہد دہلوی تھے،

مولانا کمال الدین زاہد دہلوی انھون نے مشارق الانوار کی سند مولانا برہان الدین محمود سے حاصل کی اور علم حدیث مین یگانۂ [illegible]
تھے، اور دہلی مین اس کا درس دیتے تھے، بڑے متقی اور پرہیزگار تھے، سلطان غیاث الدین بلبن نے چاہا کہ ان کو اپنا امام
مقرر کرے، مگر انھون نے قبول نہ کیا، حضرت نظام الدین سلطان الاولیا نے حدیث انھین سے پڑھی تھی،

حضرت نظام الدین سلطان الاولیار حضرت اس عہد کے مشہور فاضل وادیب محدث تھے، ادب مین مقامات حریری زبانی [illegible]
کی تھی، اور اس کے کفارہ کے طور پر دہلی آکر مولانا کمال الدین زاہد دہلوی سے مشارق الانوار کا درس حاصل کیا، اور اسکو
زبانی یاد کیا، اور حضرت نظام الدین سلطان الاولیا کے حالات مین سب سے قدیم تذکرہ سیر الاولیا ہے، جو حضرت میر خورد
دہلوی کی تصنیف ہے، اور مصنف صرف ایک دو واسطے سے حضرت کے حالات بیان کرتا ہے، اور ان کی بہت سی تحریری
یادداشتین اس کی نظر سے گذری ہین، میر خورد دہلوی نے اس اصل سند کی پوری عربی عبارت سیر الاولیا مین نقل کی ہے
جو مولانا کمال الدین نے حضرت نظام الدینؒ کو لکھکر دی تھی،

حضرت سلطان الاولیار نہایت متبعِ سنت تھے، ان کے ہان سماع کی مجلس مین جیسا کہ سیر الاولیار اور
فوائد الفواد مین ہے، مزامیر اور تالیان نہین بجائی جاتی تھین، صرف غزلین گائی جاتی تھین، فقہاے احناف کے نزدیک
محض گانا بھی مکروہ تھا، اور فقہاے شوافع اس کو جائز کہتے تھے، حضرت سلطان الاولیار بھی اس مسئلہ مین شافعی مسلک
کو درست سمجھتے تھے، اس بنا پر ان کے عہد کے جاہ طلب علمار نے ان کے خلاف شورش برپا کی، اور آخر دربار شاہی کے
اہتمام سے مجلسِ مناظرہ کی نوبت آئی، حضرت سلطان الاولیار نے نفس غنا کے جواز کی جب حدیثین پیش کین، تو علما
احناف نے کہا تم مقلد ہو، تم کو حدیث سے کیا مطلب؟ اگر فقہ حنفی کی کوئی روایت ہو تو پیش کرو، حضرت سلطان الاولیار
افسوس کے ساتھ فرماتے تھے کہ "وہ ملک کیونکر آباد رہیگا جسمین لوگون کی رایون کو احادیث نبوی پر ترجیح دی جاتی ہو"
میر خورد دہلوی نے سیر الاولیار مین اس مناظرہ کی پوری تفصیل نقل کی ہے، مگر کہین اس فقرہ کا حوالہ نہین ہے
جس کو فرشتہ نے حضرت کی زبان مبارک سے حدیث کہکر لکھا ہے، اور اس سے میرا وہ شک یقین سے بدلجاتا ہے، جو فرشتہ
کی اس روایت پر مین نے پچھلے مضمون کے حاشیہ (صفحہ ۲۵۵) مین کیا تھا،

حضرت سلطان الاولیار کے ملفوظات مین مثلاً فوائد الفوائد مصنفہ حسن دہلوی اور افضل الفوائد مصنفہ امیر خسرو دہلوی
مین بکثرت حدیثین آپ کی زبان سے مذکور ہین، اور ان کے موزوں نکات آپ نے بیان فرمائے ہین، آپکے خلفار مین بھی
[illegible] فن کے کاملین گذرے ہین،

شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلوی فقہ واصول مولانا عبدالکریم شروانی اور افتخار الدین گیلانی سے پڑھا، علم حدیث کی نسبت
نہین معلوم کہ کس سے پڑھی، مگر ان کے ملفوظات مین حدیثین بکثرت ہین، حضرت سلطان الاولیا کے خلیفہ تھے، وہ غنا بھی
نہین سنتے تھے، ایک دفعہ ان کے چند رفقار غنا سن رہے تھے، حضرت نصیر الدین محمود چراغ دہلوی مجلس سے اٹھ گئے،
لوگون نے بیٹھنے پر اصرار کیا، فرمایا یہ خلافِ سنت ہے، لوگون نے کہا کہ اپنے پیر کے مسلک سے تم ہٹ گئے، فرمایا،
پیر کا عمل حجت نہین ہوسکتا، کتاب وسنت سے کوئی دلیل لاؤ، بعض اصحاب غرض نے یہ فقرہ حضرت سلطان الاولیا تک پہنچایا، فرمایا، [illegible]

مولانا شمس الدین یحییٰ اودھی حضرت نصیر الدین چراغ دہلی کی طرح یہ بھی اودھ کے تھے، اور سلطان الاولیار کے مرید تھے،
[illegible]الدین شافعی شیخ الاسلام اودھ کے شاگرد تھے، حدیث مین مشارق الانوار کی شرح لکھی تھی، اور دہلی مین درس دیتے
تھے، سلطان محمد تغلق نے ان کو کشمیر مین اشاعتِ اسلام کیلئے نامزد کیا تھا، مگر سلطان کی [illegible] تجویز [illegible] مین وفات پائی،

مولانا فخر الدین زرادی یہ بھی دہلی کے علماے مشاہیر اور حضرت سلطان الاولیا کے جان نثار مریدون مین ہین، دہلی کے بڑے مدرسین مین تھے، جب
مرید ہوجاتے تھے تو ایسی حدیثون کے مقابلہ مین صحیحین کی حدیثین پیش کرتے تھے اور ان کو ترجیح دیتے تھے، مرید ہونے کے بعد درس وتدریس چھوڑ دیا تھا،
سلطان محمد تغلق نے جب دکن فتح کیا تو وہان گئے، اور وہان سے حج کے لیے عرب گئے، عرب سے بغداد گئے، اور وہان علم حدیث کی تکمیل کی، [illegible]
جہاز تباہ ہوگیا، اور وہ درِ خروشِ آب پانی کی تہ مین چلا گیا،

شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری بہاری شیخ شرف الدین احمد بن یحییٰ بہاری کی تعلیم کا زمانہ دہلی مین گذرا، دہلی وہ اس وقت
پہنچے جب حضرت سلطان الاولیار رحلت فرما چکے تھے، یہ نہین معلوم کہ انھون نے حدیث کی کون سی کتاب پڑھی
اور کس سے پڑھی، مگر اتنا یقینی ہے کہ وہ احادیث نبوی کے کسی مجموعہ سے مشرف تھے، اور زیادہ قرینہ یہی ہے کہ [illegible]
مجموعہ مشارق الانوار ہو، ان کے مکتوبات وتالیفات مین احادیث نبوی کے بکثرت حوالے اور درج ہین، [illegible]

۱ اخبار الاخیار صفحہ ۷۰ ۔ ۲ ایضاً صفحہ ۹۱ و ۹۲ ۔ ۳ سیر الاولیا مین اول واقعہ ہے اور اخبار الاخیار مین دوسرا۔

اصل عبارت لکھتے ہیں، او زیادہ تر فارسی ترجمہ فوائد المریدین جو شیخ کا ایک مختصر رسالہ ہے، وہ تمام تر احادیث نبوی
کے حوالوں سے لبریز ہے، اس کے شروع میں ایک جگہ امام ابو یعلی کا حوالہ ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مسند ابو یعلی
کی حدیثیں بھی نظر سے گذری تھیں، مکتوبات میں ایک جگہ ایک حدیث کی نسبت لکھتے ہیں کہ "حدیث برادرم فخر الدین
نوشتہ بود"، اس فخر الدین سے میرے گمان میں مولانا فخر الدین زرادی مراد ہیں، اس سے قیاس ہوتا ہے
کہ شیخ کو حدیث کا فیض اسی نظامی جماعت سے پہنچا ہے،

مجھ سے میرے ایک معتبر بزرگ نے بیان فرمایا ہے کہ حضرت حسین نوشۂ توحید بہاری جو حضرت شیخ شرف الدین کے منتخب
مرید و جانشین، امام مظفر شمس بلخی بہاری کے مرید تھے، اور سفر حجاز میں انکے رفیق تھے، معدن المعانی میں لکھا ہے کہ امام نووی المتوفی ۶۷۶ھ کی شرح صحیح مسلم

مکتوبات دو صدی کے جامع نے جس نے ۷۶۹ھ میں اس کو جمع کیا، دیباچہ میں آپ کی نسبت لکھا ہے

"محی سنن نبوی، مظہر آثار مصطفوی، جامع دین اہل البدع، بانی دین اہل الورع"

شیخ نے ۷۸۲ھ میں وفات پائی،

شیخ بھکاری کاکوروی کاکوری لکھنؤ کے ضلع میں ایک مشہور قصبہ ہے، یہ بزرگ یہیں کے رہنے والے تھے، ۸۹۰ھ میں ولادت ہوئی،
ضیاء الدین مدنی محدث، اور قاضی عبد اللطیف برانی کے شاگرد تھے، حضرت شیخ عبد القادر جیلانیؒ کے پوتے شیخ عبد الرزاقؒ کے مرید تھے،
کی عمر میں ۹۸۱ھ میں وفات پائی، کاکوری کے تمام مخدوم زادے انہیں کی اولاد میں ہیں، حضرت شیخ اپنے وقت کے بڑے محدث تھے، انکی
حدیث کی سندیں اب تک موجود ہیں، اصول حدیث میں منہج نام ایک کتاب بھی ان کی تصنیف ہے،

کشمیر میں سلسلۂ حق مضمون کے گذشتہ حصہ میں شیخ عبد الحق محدث دہلوی کے سلسلۂ تلمذ کا ذکر تھا، کشمیر میں ملا حیدر شیخ
کے شاگرد تھے، جنکا ذکر اوپر گذر چکا ہے، ملا حیدر نے اس سلسلہ کو اور پھیلایا، جنہیں سے بابا داؤد مشکاتی کا حال تم پڑھ
چکے، ملا کے صاحبزادوں کا ذکر نہیں آیا ہے، ان میں سے ایک خواجہ محمد فاضل تھے، جو بابا داؤد مشکاتی کے
ہم سبق تھے، ملا عنایت اللہ شال محدث کشمیری ملا حیدر کے صاحبزادوں کے شاگرد ہوئے، اور اس درجہ اس

؎ مکتوب ہفتم بنام امام مظفر۔ ؎ تذکرہ علمائے ہند۔ ؎ اسرار الابرار قلمی،

فن میں انہماک اور ذوق و شوق پیدا کیا، کہ تمام عمر اسی کی خدمت میں صرف کردی، بخاری شریف کا شروع
سے آخر تک ۳۶ دفعہ درس دیا تھا، ۶۸ برس کے سن میں ۱۱۳۵ھ میں وفات پائی،

صوبہ بہار میں علم حدیث سلسلۂ حق، اور پردو اکبری کے محدثین میں ایک نام سید یاسین گجراتی کا گذرا ہے، جو عرب جاکر
اس سرچشمہ سے بہرہ مند ہوئے تھے، واپس آئے تو پہلے پانچ دریاؤں والی زمین
(پنجاب) کو سیراب کیا، پھر تذکروں میں لکھا ہے کہ وہ اس کے بعد بنگالہ کے ملک کو چلے گئے، اس کے بعد
ان کا پتہ نہیں چلتا، لیکن خوش قسمتی سے پھلواری شریف سے سند حدیث کا ایک قلمی نسخہ ہاتھ آیا ہے، جس سے
ثابت ہوتا ہے کہ سید موصوف یہاں سے بہار گئے اور وہاں بھی اس فیض کو جاری کیا، غالباً یہ پہلا موقع ہے
کہ بہار کی خانقاہ سے قال الرسول کا ترانہ سمع نواز ہوا، اس سلسلۂ سند سے معلوم ہوتا ہے کہ شیخ المحدثین مولانا
سید یاسین کے درس سے وہاں "حافظ الوقت" مولانا شیخ عبد الرزاق نامی ایک بزرگ نے فائدہ اٹھایا، اور ان
سے "شیخ الوقت" مولانا عبد الغنی نے، اور ان سے ان کے صاحبزادہ مولانا عبد المقتدر محدث نے، اور ان سے ان کے
بھتیجے اور شاگرد محمد عتیق بن عبد السمیع بہاری نے، اور انہیں کی دی ہوئی یہ سند ہے جو پھلواری میں محفوظ ہے،
مولانا عتیق بہاری نے اس گجراتی فیض کے ساتھ دہلوی سلسبیل کو ملا کر دو آتشہ بنا لیا تھا، مولانا دور عالمگیری
کے علماء میں ہیں، اس عہد میں شیخ عبد الحق محدث دہلوی کے صاحبزادہ مولانا نور الحق محدث دہلوی اور ان کے شاگرد
مولانا جمال الدین تھے، مولانا محمد عتیق بہاری نے سلسلۂ حق کی ان دونوں کڑیوں کو بھی ملا لیا تھا،
مولانا محمد عتیق محدث بہاری کے تلامذہ میں شیخ محمد وجیہہ بن شیخ امان اللہ جعفری پھلواری دین اللہی
کو یہ سند دی گئی تھی، اس سند میں ان کتابوں کا بھی ذکر ہے جن کی اجازت شیخ نے اپنے شاگرد کو دی تھی،
ان میں حسب ذیل کتابوں کے نام ہیں، مشکوٰۃ، صحیح بخاری، صحیح مسلم، مصابیح، مشارق الانوار صغانی، شمائل ترمذی

؎ تاریخ علمائے ہند۔ ؎ اس سلسلۂ سند کی دستیابی کے لیے ہم اپنے مخدوم حضرت مولانا شاہ سلیمان صاحب پھلواروی قادری
کے ممنون ہیں، یہ کم لوگوں کو معلوم ہوگا کہ حضرت شاہ صاحب کو علما اور مشائخ کی تاریخ سے پوری واقفیت اور دلچسپی ہے،

حصن حصین جزری، کتاب الاذکار نووی، مسند امام اعظم ابو حنیفہ، مسند احمد بن حنبل، موطا امام مالک، مسند ا...

جامع ترمذی، سنن ابی داؤد، سنن نسائی، سنن ابن ماجہ، لطائف ابن حبان، جامع المسانید ابن جوزی، ان میں سے

تین پہلی کتابین یعنی مشکوۃ، بخاری شریف اور مسلم شریف کے سبقاً پڑھے جانے کا اور بقیہ کتب کی اجازت ...

شیخ محمد وجیہ کے شاگرد اُن کے صاحبزادہ ملا وحید الحق محدث پھلواروی ہیں، انھون نے درس اور ...

اور تحریر و تالیف سے اس فن کی اشاعت کی، لیکن وہ تمامتر شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی تصنیفات کے خوشہ

چین تھے، اس کے بعد ایک سو برس تک پھلواری مین معقولات کا زور شور رہا، آخر مولانا آل احمد صاحب نے

عرب سے آکر اس فیض کو یہان پھر جاری کیا،

یہ سب کچھ ہو چکا تھا، لیکن ہندوستان مین علم حدیث کی اصلی شوکت و رونق دو فاروقی خانوادون کے

ذریعہ سے حاصل ہوئی، جنمین سے ایک حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی فاروقی ہین، مجددی خانوادہ

کا پہلا علمی اتصال شیخ عبدالحق دہلوی کے سلسلہ سے ہوا، مگر بہت جلد شیخ دہلوی کی جگہ، شاہ ولی اللہ کے گھرانے

نے لے لی۔ اور دونون سرچشمون سے ملکر ہندوستان مین جو فیض پھیلا اس نے ملک کے چپہ چپہ کو سیراب کر ...

شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی ؒ — شیخ احمد سرہندی نے معقولات مولانا کمال الدین کشمیری سیالکوٹی اور علم حدیث مولانا

عبدالرحمٰن سرہندی اور مولانا یعقوب کشمیری سے حاصل کی، یاد ہوگا کہ مولانا یعقوب

صرفی کشمیری، شیخ ابن حجر مکی کے شاگرد تھے، اور وہ یہ فیض عرب سے ہندوستان لائے تھے، اس کے بعد ...

حرمین تشریف لے گئے اور وہان کے بڑے بڑے محدثین کرام کی صحبت اٹھائی، شیخ عبدالرحمٰن بن فہد سے

جو ان کے زمانہ کے ایک بڑے محدث تھے، حدیث مسلسل سنی، اور صحاح ستہ کا اجازہ حاصل کیا[1]، ولادت ۹۷۱ھ

مین اور وفات ۱۰۳۴ھ مین ہوئی،

فن حدیث مین ایک اربعین یعنی چالیس منتخب حدیثون کا مجموعہ آپ کی تالیف ہے، جو عام طور سے

[1] ابجد العلوم نواب صدیق حسن خان، و تاریخ علماے ہند،

چھپا ہوا ملتا ہے، اس کے علاوہ جس نے آپ کے مکتوبات کا مطالعہ کیا ہے وہ شہادت دے گا، کہ آپ کا پایہ

حدیث مین کتنا بلند تھا، لیکن حضرت مجدد الف ثانی کا اصلی کارنامہ یہ نہین ہے کہ وہ درس حدیث کی مسند بچھا کر

بیٹھے، بلکہ یہ ہے کہ انھون نے علی الاعلان دربار شاہی کے بدعات و منکرات کے خلاف بغاوت کی اور اسکی

سزا (قید) خوشی خوشی برداشت کی، اہل سنت جو شاہی اثر سے شیعیت مین جذب ہو رہے تھے، ان کو دلائل

کے زور، اور دلی ہمت کی قوت سے باہر نکالا، عامیانہ تصوف جو سنت کے مسلک سے کوسون دور ہو گیا تھا، اسکو

جادۂ شریعت کے قریب لائے، اور شریعت و طریقت کی قلمی و لسانی جنگ جو پانچوین صدی کے شروع سے

اب تک قائم تھی، اس کو مصالحت سے بدلدیا، اور صوفیہ اور فقہاء کی چھ سو برس کی باہمی دست و گریبانی کا خاتمہ

ہوا، اور مدرسہ و خانقاہ کی باہمی آویزش انجام کو پہنچی، علماء کو صحیح تصوف سے، اور صوفیہ کو مسلک سنت سے

آشنا کیا، اور ہر ایک فرقہ نے دوسرے کو نوید بشارت دی کہ ع للہ الحمد میان من و او صلح فتاد، حضرت مجدد

نے اپنی تعلیم کی بنیاد اتباع سنت پر رکھی، اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ علم حدیث اور شمائل کی طرف لوگون کی

توجہ زیادہ مبذول ہو گئی، اور ان کے بعد صوفی محدثون کا ایک عظیم الشان سلسلہ ہندوستان مین قائم ہو گیا،

حضرت مجدد الف ثانی، اور حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی معاصر تھے، پہلے اس معاصرت نے

منافرت کی صورت پیدا کی، مگر دونون بزرگون کی اخلاص پسندی نے ایک کو دوسرے سے آشنا کر دیا، اور دونون

مین یہ اتحاد پیدا کر دیا، کہ آیندہ اسلام کی علمی و روحانی خدمت کے یہ دونون خانوادے متحد ہو گئے،

سلسلۂ مجددیہ — حضرت مجدد الف ثانی کی متعدد اولادون مین سے صرف دو کی وفات کے بعد آپ کے جانشین

ہوئے، ایک عروۃ الوثقی حضرت محمد معصوم، اور دوسرے خازن الرحمۃ شیخ محمد سعید، حضرت محمد معصوم ۱۰۰۷ھ

مین پیدا ہوئے اور ۱۰۷۹ھ مین وفات پائی، تذکرون مین ہے کہ ۹ لاکھ آدمیون نے آپکے دست مبارک پر بیعت

توبہ کی، اور سات ہزار خلفاء مدارج علیا تک پہنچے، انھین مین ایک مولانا نور الحق محدث دہلوی خلف مولانا

عبدالحق محدث دہلوی ہین،

حضرت محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ نے گویا درس ۱۰ برس کے سن میں خود اپنے والد بزرگوار کی خدمت میں
ختم کرلیا تھا، مگر یہ اس وقت جب دارا شکوہ اور عالمگیر تاج و تخت کے حصول کے لیے دست و گریبان تھے
مدینہ منورہ میں تشریف فرما تھے، وہاں کے علماء سے علوم حدیث کی سند لے رہے تھے، اور خود ان کو بخاری و
مسلم کی سند تقسیم فرما رہے تھے،

دوسرے صاحبزادہ شیخ محمد سعید سرہندی بھی متبحر فقیہ و محدث تھے، اپنے والد ماجد سے فیض حاصل کیا
اور ۱۰۷۰ھ میں وفات پائی، علم حدیث میں مشکوٰۃ المصابیح پر ایک حاشیہ آپ کی یادگار ہے،

حضرت محمد معصوم کے صاحبزادہ شیخ محمد افضل سرہندی ہیں، حرمین کی زیارت سے ممتاز ہوئے، کتابوں
کے اتنے شائق تھے کہ جو کچھ ملتا تھا، اس سے کتابیں خرید لیتے تھے، شاہ ولی اللہ دہلوی نے ان سے حدیث
کی سند حاصل کی تھی، ۱۱۴۶ھ میں وفات پائی،

اب گیارھویں صدی کا خاتمہ ہے، اتنے دنوں میں زمانہ نے ایک عظیم الشان پلٹا کھایا، ہندوستان
میں مسلمانوں کی سیاسی حکومت بد سے بدتر ہوتی گئی، اور عالمگیر کے جانشین اب ایک سے ایک کمزور تر
ہو رہا تھا، اور ادھر حرمین میں، درس حدیث کی مسند پر ابن حجر مکی اور ان کے تلامذہ در تلامذہ کے بجائے کچھ اور
نئے خانوادوں کے ارکان متمکن تھے جنہیں ہر ایک دوسرے سے بڑھکر پیدا ہو رہا تھا،

اس عہد میں حرمین میں دو ہندوستانی محدث مسند نشین ملتے ہیں، عبداللہ لاہوری[1] مکہ معظمہ میں
اور ابوالحسن سندھی مدینہ منورہ میں، افسوس ہے کہ پیش نظر ذخائر میں ان بزرگوں کے مزید حالات معلوم نہیں ہوسکے،
ان کے علاوہ دنیائے اسلام کے چند اور اعیان حدیث جلوہ افروز نظر آتے ہیں، جنہیں محمد بن سلیمان مغربی (اندلس)
حسن عجمی (عجم) شیخ عبداللہ بن سالم البصری (عراق) احمد نخلی، تاج الدین حنفی، شیخ احمد بن سالم بصری، محمد بن
علاء الدین بابلی، شیخ ابراہیم کردی،

[1] تاریخ علمائے ہند ص [illegible] [2] ایضاً ص ۱۸۲

...کردی کردستان کے رہنے والے تھے، بغداد، شام، مصر اور حرمین کے شیوخ سے فیض
... عہد میں اگلے زمانہ کے بزرگوں کی سی ہمت کا نمونہ دکھایا تھا، کردی، فارسی، ترکی اور عربی
... زبانوں میں گفتگو کرتے تھے، ۱۱۰۱ھ میں وفات پائی، انا علیٰ فراقک یا ابراہیم لمحزونون تاریخ
وفات ہے،

شیخ ابراہیم کردی کے صاحبزادہ شیخ ابوطاہر محمد بن ابراہیم کردی مدنی ہیں، اپنے والد کے علاوہ محمد بن سلیمان
مغربی، حسن عجمی، احمد نخلی، شیخ عبداللہ بن سالم بصری، شیخ عبداللہ لاہوری، شیخ تاج الدین حنفی سے اجازت اور سند
حاصل کی، یہی وہ بزرگ ہیں جن کے حلقۂ درس میں حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی جاکر شریک ہوئے تھے،

شیخ سالم بصری کے دو صاحبزادے عبداللہ بن سالم اور احمد بن سالم نے نہایت شہرت اور حسن قبول
پایا، اور حقیقت یہ ہے کہ اس عہد میں علم حدیث کا فروغ اور حدیث کی کتابوں کی تصحیح و اشاعت کا اہم فرض انھیں
دو بھائیوں کی ہمت مردانہ سے ادا ہوا، شیخ عبداللہ بن سالم بصری نے بھی شیخ ابراہیم کردی سے اجازہ پایا تھا،
اور ان کے علاوہ دوسرے شیوخ سے بھی فائدہ اٹھایا تھا، حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی ان کے حلقۂ درس میں بھی
شریک ہو کر بیٹھے تھے، جیسا کہ انھوں نے اپنے رسالہ انسان العین میں اس کی تصریح کی ہے،

شیخ احمد بن سالم بصری کعبہ کے اندر بیٹھکر بخاری شریف پڑھتے تھے، بخاری کی شرح ضیاء الساری بعنوان
... لکھی ہے، لیکن ان کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ انھوں نے صحاح ستہ کے نسخے جمع کئے، اور نہایت محنت شاقہ
اٹھا کر ان کی ایسی تصحیح کی کہ ان کے نسخے امہات اور اصول بن گئے، سب سے زیادہ صحیح بخاری کی تصحیح میں کوشش
کی، چنانچہ پورے بیس برس میں بخاری کی تصحیح انجام کو پہنچی، مسند احمد بن حنبل کی جلدیں جو منتشر تھیں، ان کو
مختلف مقامات سے یکجا کرکے ان کی تصحیح کی، ان کے یہ صحیح نسخے ہی وہ نسخے تھے، جن کی نقلیں اطراف دیار میں
پھیلیں، ۱۱۳۴ھ میں وفات پائی،

عبداللہ لاہوری اوپر کے سلسلہ میں ایک بزرگ کا نام عبداللہ لاہوری محدث گذرا ہے، جو اس زمانہ میں حرمین

مین حدیث کا درس دیتے تھے، چنانچہ شیخ ابو طاہر مدنی ان سے مستفید تھے، اس کے علاوہ اہل ہند بھی [illegible]

ابو الحسن سندھی اسی عہد کے ایک اور ہندوستانی محدث جو عرب کی سرزمین مین ایک پورے [illegible]

تھے، شیخ ابو الحسن سندھی ہین، مدینہ منورہ مین ایک مدرسہ دار الشفا کے نام سے تھا، اور جو اب تک کسی قدر بحال

مین باقی ہے، مین نے اس کی زیارت کی ہے، دار الشفا کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اس کے واقف نے یہ شرط کی ہے

کہ اس مین قاضی عیاض کی کتاب الشفا فی حقوق المصطفی کا روزانہ درس دیا جائے، شیخ ابو الحسن سندھی گیارھوین

صدی ہجری کے وسط مین اسی مین مدرس تھے، سنہ ۱۱۳۹ھ مین وفات پائی، حرم نبوی مین بیٹھکر حدیث کی متعدد کتابون

پر شرح اور تعلیقات لکھین، چنانچہ جامع ترمذی، سنن ابی داؤد، سنن نسائی، سنن ابن ماجہ کی شرح لکھی، موصوف کا

سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ مسند ابن حنبل جو آٹھ جلدون مین ہے، اور جسکی کسی نے اب تک شرح نہین لکھی تھی انھون

نے پچاس جزء مین اس کی شرح لکھی، شیخ کے لائق تلامذہ مین سے دو کا تعلق ہندوستان سے ہے،

حاجی عبد الولی طرخانی کشمیری، اور شیخ محمد حیات سندھی،

حاجی عبد الولی طرخانی کشمیری وہ اصل مین طرخان واقع ترکستان کے رہنے والے تھے، وطن سے نکل کر حرمین

تشریف لے گئے، اور وہان مدرسہ دار الشفا مین حدیث کی سند شیخ ابو الحسن سندھی سے حاصل کی، اور وہان سے

واپس آکر کشمیر مین شیخ الاسلام مولانا قوام الدین محمد کے یہان قیام کیا، اور ان کو اپنی سند حدیث سے ممتاز کیا

سنہ ۱۱۶۷ھ مین چند شریرون کے ہاتھون سے شہادت پائی،

شیخ محمد حیات سندھی شیخ کا وطن سندھ مین عادلپور اور کوٹ سید موسی قادری کے اطراف مین ہے، اچاچر قبیلہ کا

نام ہے، شباب کا آغاز تھا کہ جاذبہ شوق نے دامن دل کھینچا، حرمین کی راہ لی، بالآخر مدینہ منورہ مین سکونت اختیار

کی اور وہین شادی بھی کر لی، زیادہ تر شیخ ابو الحسن سندھی مدنی سے اور کسی قدر عبد اللہ بن سالم بصری کی سے علم

حدیث کی تحصیل و تکمیل کی، اور تمام عمر اس فن شریف کی خدمت مین صرف کر دی، مصر و روم و شام و ہند ہر جگہ

لہ الحطہ فی ذکر الصحاح الستہ مین ہر کتاب کے تحت مین ان شروح کا ذکر نواب صدیق حسن خان مرحوم نے کیا ہے،

[illegible] فضل و کمال کا غلغلہ بلند ہوا، اور ہر طرف سے طالب و مشتاق کا ہجوم ہوا، سنہ ۱۱۶۳ھ مین وفات پائی، ہند و

[illegible] اہل علم مین سے جنکو شیخ کے تلمذ کا شرف حاصل ہوا ان مین حسب ذیل اصحاب قابل ذکر ہین،

میر غلام علی آزاد بلگرامی علامہ آزاد گو ہندوستان ہی مین اپنے نانا میر عبد الجلیل بلگرامی کے واسطہ سے شیخ عبد الحق

محدث دہلوی کے سلسلہ مین داخل ہو کر حدیث کی بعض کتابین پڑھ چکے تھے، مگر سنہ ۱۱۵۱ھ مین وہ جب عرب گئے

تو مدینہ منورہ پہنچکر شیخ محمد حیات سندھی کے حلقہ درس مین داخل ہوئے، اور صحیح بخاری سبقاً پڑھی اور حدیث کی

دوسری کتابون کی سند لی، صحیح بخاری اس اہتمام سے پڑھی کہ روزانہ جس قدر بخاری پڑھتے تھے اسی قدر قسطلانی

شرح بخاری کی تلخیص کرتے جاتے تھے، اس کا ذکر پہلے گذر چکا ہے، علامۂ ممدوح شیخ کے بیحد معترف تھے، مآثر الکرام

فی تاریخ بلگرام مین ان کا حال لکھا ہے،

شاہ محمد فاخر الہ آبادی الہ آباد کے اس خانوادۂ علم و تصوف کا آغاز شاہ محمد افضل الہ آبادی سے ہوتا ہے، یہ اصل مین

سندیلہ کے جو غازیپور کے مشہور قصبون مین سے ہے رہنے والے تھے، جونپور مین علوم ظاہری کی اور کالپی مین علوم

باطن کی تعلیم پائی، نقشبندی طریقہ کے بزرگ، اور سنت کے متبع تھے، سنہ ۱۰۳۸ھ مین پیدا ہوئے اور سنہ ۱۱۲۴ھ مین وفات

پائی، تصوف اور فارسی ادبیات کی متعدد کتابون کے شارح ہین، ان کے جانشین ان کے بھتیجے اور داماد شاہ خوب اللہ

ہوئے، جو اپنے عہد کے مشہور عالم و صوفی و مورخ تھے، فقہ و تصوف کے علاوہ وفیات الاعلام ان کی سب سے اہم

تصنیف ہے جس مین علماء اور مشائخ کے تذکرے ہین، سنہ ۱۱۴۴ھ سال وفات ہے، ان کے صاحبزادے شاہ

محمد فاخر الہ آبادی ہین، شاعر بھی تھے، زائر تخلص تھا، اپنے بڑے بھائی شیخ محمد ناصر سے تعلیم پائی، اکیس برس کے سن مین باپ بزرگوار کی جگہ پر بیٹھے، انتالیس

برس کے سن مین حج کے لیے گئے، اور مدینہ منورہ پہنچکر شیخ محمد حیات سندھی سے حدیث کی تحصیل کی، دو حج کر کے تھے

تیسرے حج کا ارادہ تھا کہ راہ مین برہانپور مین وفات پائی، سنہ ۱۱۶۴ھ تاریخ وفات ہے، قرۃ العینین فی رفع الیدین

نور السنہ اور درۃ التحقیق ان کے مشہور رسالے ہین، شاہ صاحب ممدوح غالباً اپنے ساتھ عرب سے صحیح مسلم کا ایک نسخہ

لائے تھے، جو ان کے مدرسہ مین موجود تھا، اس نسخہ کی نقل کتب خانہ حبیب گنج مین ہے،

مدراس مین علم حدیث

مدراس اور کرناٹک کا علاقہ اسلامی علم کے زیر سایہ بہت اخیر زمانہ مین یعنی عالمگیر کے عہد مین آیا، تاہم اوس کا ساحل مدت دراز سے عرب تاجرون کا جولانگاہ تھا، ملیبار مین ان کی بڑی آبادی تھی، مصر اور عرب سے ان کے براہ راست بحری تعلقات تھے، اس بنا پر یہ بآسانی قیاس مین آسکتا ہے کہ یہان علم حدیث مصر اور عرب کے راستہ سے براہ راست داخل ہوا ہوگا، لیکن چونکہ اس دیار کی کوئی تاریخ موجود نہین ہے، یا میرے پیش نظر نہین ہے، اس لیے کوئی تصریحی بات نہین کہی جاسکتی، بہرحال عالمگیر کے بعد بارہوین صدی کے بیچ مین جب نظام دکن کی ملکی وسعت کے اندر کرناٹک کا علاقہ آیا اور ارکاٹ مین ایک اسلامی ریاست قائم ہوئی، تو اہل علم نے بھی ادھر کا رخ کیا، اس عہد کے لوگون مین شیخ محمد اسعد حنفی مکی قابل ذکر ہین، شیخ مذکور شیخ تاج الدین مکی کے شاگرد تھے، شیخ عبد اللہ بن سالم بصری مکی نے ضیاء الساری کے نام سے صحیح بخاری کی جو شرح لکھی تھی، اس کا اصلی نسخہ شیخ اسعد نے ان کے لڑکے سے خرید لیا تھا، اور اس کو لیکر وہ مدراس آئے تھے، علامہ غلام علی آزاد بلگرامی نے ارکاٹ مین وہ نسخہ ان کے پاس دیکھا تھا، اس گرانقدر نسخہ کو ہندوستان لے آنے پر علامہ بصری نے شیخ کو ملامت کی اور کہا کہ اس گرانقدر خزانہ کو اسلامی مرکز سے اتنی دور سفر مین لے آنا مناسب نہ تھا، انھون نے کہا کہ میری محبت نے گوارا نہ کیا کہ مین تھوڑی دیر کے لیے بھی اس کو اپنے سے جدا رکھون، یہ وہ زمانہ تھا جب نظام الدولہ ناصر جنگ (والی حیدرآباد دکن) اور فوج کے افغانون کے درمیان کشمکش جاری تھی اور ارکاٹ مین فتنون کا طوفان برپا تھا، اس بنا پر شیخ نے شرح بخاری کا یہ نسخہ اورنگ آباد دکن مین بھجوا دیا، اور وہ خود ناصر جنگ کی شہادت کے بعد مظفر جنگ کے ساتھ ۱۱۶۴ھ مین شہید ہوئے، میر آزاد لکھتے ہین کہ وہ نسخہ اس وقت تک اورنگ آباد مین محفوظ ہے[1] اب خدا جانے وہ کہان ہو،

شیخ محمد اسعد کے متعلق میر آزاد لکھتے ہین،

"در منقولات خصوص حدیث وفقہ بے نظیر بود"

آخر زمانہ مین شاہ محی الدین ویلوری المتوفی ۱۲۰۳ھ کے دم سے یہان علم حدیث کی رونق ہوئی،

[1] الحطہ فی اخبار الصحاح الستہ نواب صدیق حسن خان مرحوم ص ۹۰ [2] مآثر الکرام آزاد جلد دوم ص ۱۹۰،

شیخ نور الدین احمد آبادی گجراتی

اسی عہد کے ایک اور قابل ذکر بزرگ شیخ نور الدین احمد آبادی گجراتی ہین، ۱۰۶۳ھ مین پیدا ہوئے فارسی اپنی ماں سے پڑھی۔ عقلیات آخوند احمد سے حاصل کین، اور علوم نقلی اور حدیث سید محمد ابو المجد محبوب عالم سے پڑھین مولانا کے علم وفضل کا شہرہ اطراف ملک مین پھیلا تو طلبہ جوق جوق آنے لگے یہ دیکھکر شیخ الاسلام خان صدر صوبہ گجرات نے ایک لاکھ سے زیادہ کے صرف سے ہدایت بخش نام ایک مدرسہ قائم کیا، ۱۱۱۱ھ مین مدرسہ کی بنیاد پڑی، ۱۱۱۴ھ مین وہ پورا ہوا، ۱۱۲۰ھ مین مولانا نے حج ادا کیا، واپس آکر ۱۱۵۵ھ مین وفات پائی، تفسیر، علم کلام، منطق وغیرہ کی تصنیفات کے علاوہ نور القاری کے نام سے صحیح بخاری کی شرح لکھی ہے[1]

مولانا شاہ ولی اللہ دہلوی

ہندوستان کی یہ کیفیت تھی جب اسلام کا وہ اختر تابان نمودار ہوا جس کو دنیا شاہ ولی اللہ دہلوی کے نام سے جانتی ہے، مغلیہ سلطنت کا آفتاب لب بام تھا، مسلمانون مین رسوم وبدعات کا زور تھا، جھوٹے فقرا اور مشائخ اپنے بزرگون کی خانقاہون مین مسندین بچھائے اور اپنے بزرگون کے مزارون پر چراغ جلائے بیٹھے تھے، مدرسون کا گوشہ گوشہ منطق وحکمت کے ہنگامون سے پرشور تھا، فقہ وفتاوی کی لفظی پرستش ہر مفتی کے پیش نظر تھی، مسائل فقہ مین تحقیق وتدقیق، مذہب کا سب سے بڑا جرم تھا، عوام تو عوام خواص تک قرآن پاک کے معانی ومطالب اور احادیث کے احکام وارشادات، اور فقہ کے اسرار ومصالح سے بے خبر تھے،

شاہ صاحب کا وجود اس عہد مین اہل ہند کے لیے ایک موہبت عظمیٰ اور عطیہ کبریٰ تھا، شاہ صاحب کے والد ماجد شاہ عبد الرحیم صاحب ایک عالم کامل تھے، معقولات مین میر زاہد کے بے واسطہ شاگرد تھے، شاہ صاحب نے علوم رسمیہ کا درس اپنے والد سے لیا، اور ۱۵ برس کے سن مین تعلیم سے فراغت پائی، یہی وقت صبح سعادت کے ظہور کا تھا، مجددی نسبت اب تک ایک مرد کامل کی تلاش مین بے قرار تھی، شیخ افضل سرہندی مجددی دولت کے اس عہد مین وارث تھے، شاہ صاحب نے ان سے حدیث پڑھی ہندوستان مین جیسا کہ شاہ صاحب نے جزء لطیف مین لکھا ہے، مشکوٰۃ کا ایک حصہ اور صحیح بخاری اور شمائل ترمذی پڑھی ابھی تک علمی اور غریب کے چشمون سے سیرابی باقی تھی، تیس برس کی عمر مین ۱۱۴۳ھ مین سرزمین عرب کی راہ لی، اور دو برس

[1] تاریخ علمائے ہند ص ۲۲۸

وہان رہکر شیخ ابوطاہر مدنی سے کتب حدیث کا درس لیا، اس وقت شیخ کی مجلس مین صحیح بخاری کا درس ہو رہا تھا اس مین شریک ہوئے، صحاح ستہ اور موطا امام مالک، مسند دارمی اور کتاب الآثار امام محمد کے اطراف ان کو سنائے، اور بقیہ کتابون کی سند ان سے حاصل کی، اور دو برس کے بعد ۱۱۴۵ھ مین ہندوستان واپس آئے اور پورے تیس برس تک فیوض و برکات کا بادل اس علانیہ روزگار کی زبان اور قلم سے ہندوستان کی زمین پر برستا رہا، ۱۱۷۶ھ مین وفات پائی،

حضرت شاہ صاحب کے کارنامون کی تفصیل کے لیے ایک مستقل دفتر کی ضرورت ہے، لیکن ہم نہایت اختصار کے ساتھ اہل ہند پر ان کے علمی و دینی احسانات کا ذکر کرتے ہین،

۱- مغلیہ دربار پر ہمایون سے لے کر اب تک تشیع کا رنگ غالب تھا، دربار مین ایرانی امراء کی کثرت ہمیشہ رہی اور ان کا اثر نیچے تک درجہ بدرجہ نمایان تھا، اور شاہ صاحب کے عہد مین تو لکھنؤ کی نوابی کے سبب سے مسلمانون پر اور زیادہ اثر پڑ رہا تھا، علماء اہل سنت مین بس اثر کے رد کرنے کی ہمت اور جرأت نہ تھی، حضرت مجدد الف ثانی جو اکبر اور جہانگیر کے عہد مین تھے ان کے مکتوبات اس غم و ماتم سے لبریز ہین، حضرت شاہ صاحب پہلے شخص ہین جنھون نے نہایت تحقیق، کد و کاوش اور نہایت سنجیدگی اور متانت سے اس کام کو انجام دیا، اور ازالۃ الخفاء عن تاریخ الخلفاء جیسی عالمانہ اور محققانہ کتاب تالیف کی جہین سینکڑون ہزارون حدیثون کے ذریعہ سے خلفاے راشدینؓ کے مناقب و فضائل کے رموز و نکات کھولے جو اب تک نہین کھلے تھے،

۲- عقائد و کلام کی بے سر و پا نخو لغیات جنپر اب تک علم دین کا گویا مدار سمجھا جاتا تھا، ان کا بھرم کھول کر رکھ دیا، اور ان کے مقابلہ مین کتاب و سنت کے اسرار و مصالح منظر عام پر لائے اور ہندوستان کے علماء کو ان کی سات سو برس کی غلط کاریون پر متنبہ کیا،

۳- قرآن پاک جو اصل مین اسلام کا مرکز و محور ہے اور جو ہندوستان مین اب تک صرف تبرک تلاوت کے لیے مخصوص تھا، اس کے فہم و تعلیم کی طرف لوگون کو دعوت دی، تفسیر کے اصول لکھے، قرآن کا فارسی مین مختصر لغت لکھا، قرآن پاک کے درس کا حلقہ قائم کیا اور اس کو پڑھنے اور سمجھنے کی کتاب بتایا،

لہ ابجد العلوم نواب صدیق حسن خان بحوالہ انسان العین مؤلفہ شاہ ولی اللہ دہلوی،

۴- عربی زبان کی ناواقفیت قرآن و حدیث کے سمجھنے مین عام لوگون کیلئے عائق تھی، اس کو دور کرنے کے لیے اپنے عہد کی علمی زبان فارسی مین قرآن پاک کا ترجمہ کیا، اور موطا کی فارسی مین شرح لکھی،

۵- اب تک ہندوستان مین جو فقہ حنفی مروج تھی وہ تمامتر فتاوی کی نقل در نقل کورانہ تقلید تھی اور ہر وہ کتاب جس کو کسی حنفی عالم نے پہلے لکھدیا ہو وہ استناد کے قابل سمجھی جاتی تھی، اور خاص امام ابوحنیفہ کا مسلک بنجاتی تھی، شاہ صاحب نے اس تقلیدی فقہ کی جگہ تحقیقی فقہ کا رواج دیا، ہر مسئلہ مین وہ ہر امام و مجتہد کی مختلف رایون اور اجتہادون اور ان کی دلیلون اور سندون سے واقف تھے، وہ ان مین باہم تطبیق دیتے تھے اور ترجیح دیتے تھے، مجتہدین کے اختلافات کے اسباب بتائے، اجتہاد و تقلید کی تشریح کی اور کتاب و سنت کی اتباع و پیروی کی دعوت عام دی،

۶- شاہ عبد الحق رحمۃ اللہ علیہ کی کوششون کی تکمیل کی تالیف و تحریر کے ذریعہ کتب حدیث کو عام کیا، احادیث کی اولین اور صحیح ترین کتاب موطا امام مالک کی فارسی اور عربی مین مجتہدانہ دو شرحین لکھین، صحیح بخاری کے تراجم کی شرح کی، اور الفضل المبین فی المسلسل من حدیث النبی الامین ایک رسالہ لکھا، فقہ و اسرار حدیث مین حجۃ اللہ البالغہ جیسی عدیم المثال کتاب لکھی،

۷- خود ہندوستان مین حدیث کے درس و تدریس کے باقاعدہ حلقے قائم کئے، اور ان کے بعد ان کے تلامذہ نے تمام ملک مین پھیل کر اس فیض کو عام کیا،

۸- اللہ تعالی نے ان کے حسن نیت کا ثمرہ ان کو یہ دیا کہ ان کو ایسی لائق اولادین عطا کین جنھون نے اپنے والد بزرگوار کے ناتمام کامون کی پوری تکمیل کی، اور ہندوستان کے گوشہ گوشہ کو پیغام نبوی کے آوازہ سے معمور کر دیا، آج ہندوستان مین جہان بھی قال قال رسول اللہ کی کوئی آواز سنائی دیتی ہے وہ اسی خانوادۂ فضل و کمال کی خیر و برکت کی صداے بازگشت ہے،

شاہ صاحب کی اولاد امجاد شاہ صاحب کی چار اولادین تھی، شاہ عبد العزیز، شاہ رفیع الدین، شاہ عبد القادر اور شاہ عبد الغنی، ان مین سے شاہ عبد الغنی نے بہت پہلے انتقال کیا، اور انھین کے صاحبزادہ شاہ اسمٰعیل شہید ہین، ان بزرگون نے اپنے والد بزرگوار کی وفات کے بعد اپنا الگ الگ حلقۂ درس قائم کیا، ان مین سے ہر ایک کے حلقۂ درس سے بیشمار علماء کامل ہوکر

ئے، جن کی تفصیل اس مضمون میں مشکل ہے، تاہم صرف مشاہیر اور اکابر علما کی مختصر فہرست ضروری ہے،

شاہ عبدالعزیز دہلوی نامور باپ کے نامور فرزند تھے، ۱۱۵۹ھ میں پیدائش ہوئی، پندرہ سال کی عمر میں تعلیم سے فراغت پائی، اور تمام علوم اپنے والد سے پڑھے اور اپنے پدر بزرگوار کے شروع کئے ہوئے کاموں کو آگے بڑھایا، درس و تدریس کا ہنگامہ کیا، علم حدیث و سنت کو فروغ دیا، اور اہل تشیع کے رد میں تحفۂ اثنا عشریہ لکھی، قرآن کی فارسی میں تفسیر لکھی، محدثین اور کتب حدیث کے حال میں بستان المحدثین تالیف کی، اصول حدیث میں عجالۂ نافعہ نام چھوٹا سا رسالہ لکھا، ۱۲۳۹ھ میں وفات پائی، اپنے بعد مشہور تلامذہ کا بڑا مجمع یادگار چھوڑا،

شاہ رفیع الدین اپنے پدر بزرگوار سے علم کی تحصیل کی، علم حدیث کا درس دیا، متعدد رسالے لکھے، اور سب سے بڑا کام یہ کیا کہ اب جبکہ فارسی کے بجائے اردو زبان ملک کی زبان ہو رہی تھی، قرآن پاک کا تحت اللفظ ترجمہ اس خوبی سے کیا کہ آج بھی اس سے بہتر اور صحیح تر ترجمہ مشکل ہے، اس کارنامہ کی اہمیت کا اندازہ اس سے ہوگا کہ اگر شاہ صاحب جیسے مقدس عالم اس کام کو اپنے وقت میں نہ کر گئے ہوتے تو آج ہندوستان کے علماء ترکی و مصر کے علماء کی طرح دہم کی اس قید و بند میں گرفتار ہوتے کہ آیا قرآن پاک کا دوسری زبان میں ترجمہ جائز بھی ہے یا نہیں؟ مگر بحمد اللہ کہ شاہ صاحب کے اس عمل خیر نے اس ہنگامہ کو ہندوستان میں ہمیشہ کے لیے فرو کر دیا، شاہ صاحب کے اس ترجمہ نے لاکھوں کروڑوں مسلمانوں کو دین و ایمان کی راہ بتائی، ۱۲۳۳ھ میں یہ شمع ربانی گل ہوئی،

شاہ عبدالقادر فقہ و تفسیر و حدیث میں یدطولیٰ حاصل تھا، قرآن کی اردو میں موضح القرآن نام تفسیر لکھی، اور قرآن پاک کا ترجمہ کیا، حدیث کا درس جاری کیا، ۱۲۴۲ھ میں وفات پائی،

شاہ ولی اللہ صاحب کے تلامذہ ان تینوں صاحبزادوں کے علاوہ شاہ صاحب کے فیض درس میں جو لوگ بیٹھے، ان کے ناموں کو یکجا کرنا بہت مشکل ہے، تاہم چند نام تلاش سے ملتے ہیں، پٹنہ کے مشرقی کتبخانہ میں صحیح بخاری کا ایک نہایت اہم نسخہ ہے جو شاہ صاحب کی درسگاہ میں زیر درس رہا ہے، اور اس پر شاہ صاحب کے دست خاص سے ایک تحریر ہے، اور ایک تحریر شاہ صاحب کے اس شاگرد کی ہے، جس نے ان سے یہ نسخہ پڑھا، اس شاگرد کا نام محمد بن پیر محمد بن شیخ ابوالفتح بلگرامی ال

ہے اس پر مولانا پیر محمد کے ہاتھ سے جو عربی عبارت ہے اس کا ترجمہ یہ ہے،

"دہلی میں جمنا کے کنارے جامع فیروزی میں، چہار شنبہ کے دن، ۸ تاریخ، شوال ۱۱۵۹ھ جامع صحیح امام بخاری شیخ محمد بن شیخ پیر محمد بن شیخ ابوالفتح عمری بلگرامی ثم الہ آبادی کے ہاتھ سے تمام ہوئی، ساتھ ہی شروع سے آخر تک اس کی قراءت بھی شیخ ولی اللہ عمری کے درس میں تمام ہوئی"

پھر اس پر شاہ صاحب کے دست مبارک سے عربی میں بخاری تک ان کی اپنی سند اور اجازت درج ہے، اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ شاہ صاحب کے درس میں کیا کیا کتابیں پڑھائی جاتی تھیں، فرماتے ہیں،

"شیخ محمد بن شیخ پیر محمد بن شیخ ابوالفتح عمری نسباً، بلگرامی اصلاً، الہ آبادی مولداً نے صحیح بخاری مجھ سے پڑھی خواجہ محمد امین پڑھتے تھے، اور وہ سنتے تھے، نیز بقیہ کتب صحاح ستہ کے اطراف مجھ سے پڑھے، اور موطا امام مالک اور مسند دارمی اور مشکوٰۃ کے کچھ حصے پڑھے، اور میں نے ان کو ان کی اجازت دی، میں نے یہ اجازت و سند شیخ ابوطاہر محمد بن ابراہیم کردی مدنی سے حاصل کی، اس کو ولی اللہ احمد بن عبدالرحیم بن وجیہ الدین بن معظم بن منصور بن احمد بن محمود نے اپنے ہاتھ سے لکھا، جو نسباً عمری، وطناً دہلوی، عقیدۃً اشعری، طریقۃً صوفی، عملاً حنفی، اور تدریساً حنفی و شافعی اور تفسیر و حدیث و فقہ و عربیت اور کلام کا خادم ہے، سہ شنبہ ۲۳ شوال ۱۱۵۹ھ"

اس تحریر کے نیچے شاہ رفیع الدین صاحب کی یہ عبارت ہے،

"این خط والد بزرگوار است بے شبہہ کتبہ الفقیر محمد رفیع الدین"

اس نسخہ پر ایک اور عبارت ہے جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ شاہ عالم بادشاہ کے حکم سے ۱۱۸۴ھ میں محمد سمیع نامی کسی عالم نے اس میں شروع سے آخر تک اعراب لگائے، اور کسی مصحح نسخہ سے اس کا مقابلہ کیا،

خواجہ محمد امین جن کا شاہ صاحب کی اس تحریر میں ذکر ہے، شاہ صاحب کے مخصوص شاگردوں اور مریدوں میں ہیں،

شاہ صاحب کے تلامذہ میں ایک بزرگ مولانا رفیع الدین مرادآبادی ہیں، مولانا رفیع الدین نے شاہ صاحب کے

علاوہ شیخ محمد حیات سندھی کے شاگرد مولانا خیرالدین سورتی سے بھی حدیث پڑھی، امام نووی کی اربعین کی شرح لکھی اور

اپنے سفرِ حج کے حالات میں فارسی میں ایک رسالہ لکھا ہے،

کشمیر کے ایک اور بزرگ شاہ محمد عاشق پھلتی معروف بہ بابا محمد عثمان کشمیری ابن شیخ محمد فاروق شاہ صاحب

کے تلامذہ میں ہیں، حدیث اور فقہ کا درس شاہ صاحب سے حاصل کیا تھا،

شاہ عبدالعزیز صاحب کے تلامذہ شاہ ولی اللہ صاحب کے فیض کو اللہ تعالیٰ نے سب سے زیادہ ان کے صاحبزادہ شاہ

عبدالعزیز صاحب کے ذریعہ عام کیا، بہت سے مشاہیر علما اور علم حدیث کے ماہران کے حلقۂ درس سے پیدا ہوئے ان میں

قابلِ ذکر خود شاہ صاحب کے داماد مولانا عبدالحئی اور بھتیجے مولانا اسمٰعیل شہید اور نواسے شاہ محمد یعقوب اور شاہ محمد

اسحاق صاحب، اور ان کے علاوہ حسب ذیل اصحاب ہیں، مرزا حسن علی محدث لکھنوی، مولانا حسین احمد محدث ملیح آبادی

مولانا سلامت اللہ بدایونی کانپوری، مولانا رؤف احمد مجددی مصطفےٰ آبادی، مفتی صدرالدین خان دہلوی

سید قطب الہدیٰ رائے بریلوی، مولانا شاہ فضل رحمان گنج مرادآبادی، قاضی ثناء اللہ پانی پتی، مولانا خرم علی

بلہوری وغیرہ ہیں، ان میں سے ہر ایک کے پھر سینکڑوں شاگرد پیدا ہوئے،

شاہ رفیع الدین کے تلامذہ ایک تو خود ان کے صاحبزادہ شاہ مخصوص اللہ المتوفی سنہ ۱۲۷۳ھ ہیں، دوسرے مولانا رشید الدین

خان دہلوی المتوفی سنہ ۱۲۴۹ھ اور تیسرے شاہ ابوسعید صاحب عمری مجددی دہلوی المتوفی سنہ ۱۲۴۹ھ،

شاہ عبدالقادر صاحب کے تلامذہ مفتی صدرالدین خان، اور مولانا فضل حق خیرآبادی،

دلی کے دو چراغ شاہ عبدالعزیز صاحب کے بعد دلی میں علم حدیث کے دو چراغ روشن ہوئے، ایک شاہ صاحب کے

نواسہ مولانا شاہ اسحاق صاحب اور دوسرے شاہ ابوسعید صاحب مجددی کے صاحبزادہ شاہ عبدالغنی صاحب مجددی

اس موقع پر ایک فرق سمجھ لیجئے، یہ شاہ عبدالغنی صاحب مجددی اور ان کے والد شاہ ابوسعید صاحب مجددی

حضرت مجدد الفِ ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں ہیں، شاہ ولی اللہ صاحب کے خاندان سے ان کا کوئی نسلی اتصال نہیں

اس خاندان کے تلامذہ ملک کے گوشہ گوشہ میں پھیل گئے، لکھنؤ میں علم حدیث کا جو فیض پہنچا ہے، وہ بھی اسی

خانوادہ کا مرہونِ منت ہے،

مرزا حسن علی محدث لکھنوی سب سے زیادہ لکھنؤ میں جن بزرگ نے اس فیض کو عام کیا، اور خود فرنگی محل تک نے ان سے رجوع کیا

وہ مرزا حسن علی محدث لکھنوی ہیں، اس نام کے اس وقت لکھنؤ میں دو بزرگ تھے، ایک محلہ یحییٰ گنج میں رہتے تھے، اور

دوسرے محمود نگر میں رہتے تھے، پہلے صغیر اور دوسرے کبیر کہلاتے تھے، یہاں مقصود یحییٰ گنج کے مرزا حسن علی صغیر محدث

لکھنوی ہیں، مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب کے شاگرد تھے، اور لکھنؤ اگر علم حدیث کی ترویج و تدریس میں کوشاں رہے،

اور سینکڑوں آدمیوں نے ان سے حدیث کی کتابیں پڑھیں، علمائے فرنگی محل نے بھی ان سے علم حدیث کا فیض حاصل

کیا، اور اسی وقت سے لکھنؤ کی درسگاہوں میں علم حدیث کا رواج ہوا، نصیرالدین حیدر کی سلطنت میں سنہ ۱۲۴۲ھ میں وفات

پائی، ان کے ایک شاگرد مولانا محمد علی صدر پوری ملیح آبادی ہیں، جو اخیر میں نواب ٹونک کے ملازم ہو گئے تھے، توحید

سنت کی اشاعت اور رسوم و بدعات کے ابطال میں بڑی کوشش کی،

مولانا حسین احمد ملیح آبادی ان کے والد سرہند سے لکھنؤ اور لکھنؤ سے ملیح آباد جا کر آباد ہوئے، مولانا کی پیدائش یہیں ہوئی

مرزا حسن علی لکھنوی، مولانا شاہ عبدالعزیز دہلوی اور شیخ عمر محدث مکی سے حدیث کی کتابیں پڑھیں، ان کا ایک رسالہ

جوازِ قرأت خلف الامام مشہور ہے، مولانا شاہ عبدالرزاق فرنگی محلی نے ان سے حدیث پڑھی تھی، سنہ ۱۲۲۵ھ میں وفات پائی

شاہ محمد اسحاق اللہ تعالیٰ نے آپ کے درس میں بڑی برکت عطا فرمائی، تمام بڑے بڑے علماء ان کے شاگرد تھے،

چند رسالے بھی ان کی تصنیف ہیں، غدر کے بعد مکہ معظمہ ہجرت کر کے چلے گئے تھے، اور وہاں بھی یہ سلسلۂ فیض جاری رہا

آخر میں سنہ ۱۲۶۲ھ میں وفات پائی، ان کے تلامذہ میں مولانا احمد علی صاحب محدث سہارنپوری، نواب صدرالدین خان

دہلوی، نواب قطب الدین خان جنھوں نے کتب حدیث کا اردو میں ترجمہ کیا ہے، مولانا سید نذیر حسین صاحب (بہاری) دہلوی

مولانا عالم علی صاحب مرادآبادی، شیخ محمد صاحب تھانوی، مولانا شاہ فضل رحمان صاحب گنج مرادآبادی، مولانا قاری

عبدالرحمان صاحب پانی پتی،

شاہ عبدالغنی صاحب مجددی شاہ صاحب نے موطا اپنے والد مولانا شاہ ابوسعید صاحب سے پڑھی، مشکوٰۃ شاہ رفیع الدین صاحب

کے صاحبزادہ شاہ مخصوص اللہ صاحب سے اور بقیہ کتابین شاہ عبدالعزیز صاحب سے پڑھین، شاہ محمد اسحاق صاحب کی مجلس درس مین وہی پڑھتے تھے، سنن ابن ماجہ پر ان کا حاشیہ ہے جس کا نام انجاح الحاجہ ہے، چھپ چکا ہے، انگریزی تسلط کے بعد انھون نے بھی ہجرت کر لی تھی، پہلے مکہ معظمہ جا کر رہے، پھر مدینہ منورہ جا کر سکونت اختیار کر لی، اللہ تعالیٰ نے ان دونون بزرگون پر یہ برکت عطا فرمائی کہ تمام دنیاے اسلام ان کی زیربار احسان ہو گئی، اور جہان بھی کوئی قال قال رسول اللہ کہتا ہے، ان دونون بزرگون مین سے ایک کا واسطہ ضرور ہوتا ہے حرمین کے تمام علماء نے ان کے حلقۂ درس سے فیض پایا، اور آج مدینہ منورہ مین جو سلسلہ سب سے زیادہ قلیل الوسائط، لیکن کثیر البرکۃ ہے، وہ انھین دونون بزرگون کا اور ان مین سے بھی خصوصاً حضرت شاہ عبدالغنی صاحب کا،

حضرت شاہ صاحب کے اسناد و اثبات الیانع الجنی فی اسناد الشاہ عبدالغنی چھپ گئے ہین،

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کا کیا شکریہ ادا کیا جائے، کہ پچھلے سفر حج (۱۳۴۲ھ) مین شیخ عمری مغربی کے واسطے اس سلسلہ کی سند اس گنہگار کو بھی عطا ہوئی،

شاہ عبدالغنی صاحب کے تلامذہ

شاہ عبدالغنی صاحب کے تلامذہ اور مستفیدین کی فہرست حدِ شمار سے باہر ہے، لیکن ان مین سے دو صاحبِ سلسلہ بزرگ سب سے زیادہ مشہور و معروف ہین، مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی، اور مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی، ان دونون کے فیوض و برکات عالم آشکارا ہین، اور آج بھی ہمارے سامنے ہین، اور ان کا تفصیلی ذکر آگے آئیگا،

مولانا عبدالحیٔ دہلوی اور مولانا اسماعیل شہید کے تلامذہ

مولانا عبدالحیٔ شاہ عبدالعزیز صاحب کے داماد اور شاگرد خاص، اور مولانا اسمٰعیل شاہ صاحب کے بھتیجے، اور مولانا شاہ ولی اللہ صاحب کے پوتے تھے، ان دونون بزرگون نے بھی درس و تدریس کی خدمت انجام دی، لیکن زبان و قلم سے آگے بڑھکر اپنے زورِ بازو سے بھی کتاب و سنت کی اشاعت اور شرک و بدعت کے رد کی کوشش کی، بنگال سے لے کر افغانستان کی سرحد تک کا دورہ کیا، وعظ و نصیحت کی، مناظرے کئے، جمعہ و جماعت کا اہتمام کیا، رسوم کا ابطال کیا، لوگون کو جہاد کی دعوت دی، بہرحال ان مہمات کے ساتھ ساتھ درس و تدریس کا سلسلہ بھی جاری رہا، مولانا سخاوت علی صاحب جونپوری نے (جو بزرگوار مولانا

ابوبکر محمد شیث صاحب جونپوری) ان دونون بزرگون کے آغوشِ درس مین تعلیم پائی،

مولانا سخاوت علی صاحب جونپوری

مولانا کچھ دنون نواب ذوالفقار خان رئیسِ باندہ کے مدرسہ مین مدرس رہے، پھر جونپور آکر درس و تدریس کا سلسلہ جاری کیا، بہار و جونپور و اعظم گڈہ و بنارس سے بکثرت طلبہ ان کے حلقۂ درس مین شریک ہوئے، اور ان کے ذریعہ سے قدیم جاہلانہ رسوم کے ابطال اور مذہبی شعائر کے اجرا مین بڑی مدد ملی، مشکوۃ کے طرز پر مولانا نے القویم فی احادیث النبی الکریم ایک مفید کتاب لکھی جو امین الدولہ وزیر الملک نواب محمد علی خان (ٹونک) کے ایما سے ۱۲۶۳ھ مین مطبع صدیقی بنارس مین چھپی، حج کے لیے مکہ معظمہ تشریف لے گئے تھے، اور وہین ۱۲۷۴ھ مین وفات پائی، ان کے مشہور شاگردون کے نام یہ ہین، مولانا کرامت علی جونپوری، خواجہ احمد نصیر آبادی، مولانا رجب علی جونپوری، مولانا محمد شریف جونپوری، ملا غلام محمد جگدیس پوری، مولوی شیخ محمد مچھلی شہری، مولانا محمد عمر غازیپوری، مولانا غلام جیلانی غازیپوری، مولانا فیض اللہ مئوی اعظم گڈہی، مولوی رحیم اللہ صاحب ساکن بستی، مولانا سید محبوب صاحب دسنوی بہاری، اور مولانا سید مصطفےٰ شیر صاحب دسنوی بہاری مدرس مدرسہ خانقاہ سہسرام،

(باقی)

ہیئت جدیدہ اور تصریحات اسلامیہ

از

پروفیسر سید امیر علی، لکھنؤ یونیورسٹی

مترجمہ جناب اسرائیل احمد صاحب

"ہیئت جدیدہ اور تصریحات اسلامیہ" کے عنوان سے ایک طویل اور مفصل مضمون انگریزی زبان کے مشہور اسلامی رسالہ "اسلامک کلچر" حیدرآباد دکن مین، اپریل ۱۹۲۸ء مین نکلا تھا، پروفیسر امیر علی صاحب نے بڑی محنت سے قرآن پاک اور سنی و شیعی مجموعۂ احادیث کی فلکی تصریحات کی تطبیق جدید علم ہیئت کے ساتھ کی ہے، اس موقع پر ہمین صرف دو تین باتون کی تصریح کرنی ہے،

۱- جہان تک ہمین علم ہے، اس موضوع پر سب سے بہتر تصنیف علامہ ہبۃ الدین شہرستانی کی الہیئۃ و الاسلام ہے، موصوف عراق کے سب سے روشنخیال اور وسیع النظر شیعہ عالم ہین، اور اس قسم کے مباحث سے انھین خاص طور سے دلچسپی ہے، فلسفۂ جدیدہ اور معلومات مذہبی کے درمیان تطبیق ان کا خاص مذاق ہے، انھون نے اپنی اس تصنیف مین جس کی تالیف و اشاعت کو غالباً اٹھارہ بیس برس گذرے ہون گے، ہیئت جدیدہ اور تصریحات اسلامیہ یعنی قرآن پاک اور سنی و شیعہ احادیث کے فلکی اشارات کی تحقیق و تطبیق بڑی خوبی سے کی ہے، پروفیسر سید امیر علی صاحب نے اگر اس کتاب سے فائدہ اٹھایا ہے، یا اس کی تلخیص کی ہے، تو اس کی تصریح ضروری تھی،

۲- قرآن پاک کی جن آیتون کی ایسی تشریح کی گئی ہو جس کی تائید عربی زبان اور محاورہ سے نہ ہوتی ہو، اس سے مقصود ہمارے خیال مین تلمیح اور اشارہ سے زیادہ نہین، ورنہ ظاہر ہے کہ قرآن پاک کوئی ہیئت و فلکیات کی کتاب نہین،

۳- اس قسم کی جو حدیثین ہین، اور جنکا ایک مجموعہ حافظ سیوطی نے بھی جمع کیا ہے، زیادہ تر ایسی روایتین ہین جن پر اہل سنت کے اصول حدیث کی بنا پر "صحت" کا اطلاق نہین ہو سکتا،

ان باتون کے باوجود یہ مضمون نہایت دلچسپ، محققانہ اور پر از معلومات ہے، اور اس کا ترجمہ بھی صاف ستھرا اور سلجھا ہوا کیا گیا ہے، "معارف"

(۱)

یہ مضمون عنوان بالا پر سپرد قلم کیا جا رہا ہے، اس ساری بحث کے عناصر ترکیبی مندرجہ تحت چھ مسائل ہین

(۱) قرآن مین لفظ "فلک" اور "سماوات" کا مفہوم کیا ہے،

(۲) عرش و کرسی کی حقیقت کیا ہے؟

(۳) شمس یا آفتاب کے متعلق حقیقت نفس الامری کیا ہے؟

(۴) یہی سوال قمر کے بارے مین ہے،

(۵) اور یہی استفسار ثوابت اور سیارات کے متعلق ہے،

(۶) نیز ثوابت کی تعداد اور عوالم کا شمار کیا ہے؟

قدیم یونانی تخیل اور نیز کلدانی و بابلی مکاتب فلکی کا منشا یہ تھا کہ افلاک سخت اور صاف و شفاف بلورین قبے ہین جنہین کوئی وزن و ثقل ہے، اور نہ ان مین کوئی کمی زیادتی کا امکان ہے، وہ ہر حدوث و تغیر مین بالاتر ہین اور اسی لیے ازلی و سرمدی ہین،

لیکن نئے زمانہ کا علم ہیئت اس قسم کے افلاک یا طبقات پر یقین نہین رکھتا، وہ "افلاک" کی تعبیر یہ کرتا ہے کہ وہ ثوابت و سیارات کے "مدار" ہین یعنی وہ فرضی یا تخیلی فضائی راستے جیسے ہو کر اجرام فلکی اپنی گردش اور سیر کے دوران مین گذرتے ہین، ہر جرم سماوی خلاے مطلق مین حرکت کر رہا ہے اور چل پھر رہا ہے، اور انسانی متخیلہ اس نقل و حرکت کے لیے ایک خط کے وجود کو فرض کرتا ہے، اور اصطلاح "مدار" کا مدار اسی ذہنی ضرورت پر ہے، عہد مابعد کے فلکیین نے اسی

چیز کو فلک یا آسمان یا برج کے الفاظ سے ادا کیا ہے،

قبل اس کے کہ مین حکماے اسلام کی تصریحات سے اپنے نظریہ کی تائید مین اقتباسات پیش کرون مین ایک خاص بات کو قارئین کرام کے گوشگذار کر دینا چاہتا ہون، اور وہ یہ ہے کہ عہد عتیق کے کم از کم ایک حکیم نے جو تاریخ مین دیمو قرطیس کے نام سے روشناس عالم ہین، اپنی یہی رائے ظاہر کی ہے کہ "آسمان کوئی مادی چیز نہین ہے، اور یہ جو ثوابت و سیارے ہم کو نظر آتے ہین، وہ صرف فضاے بسیط مین معلق بلکہ متحرک ہین"!

اب ہم اس موضوع پر اسلامی تعلیمات و روایات کو معرض ذکر مین لانا چاہتے ہین، ہم کو سب اول ضحاک والی روایت نظر آتی ہے، جو بحار الانوار کے واسطے سے نقل کی گئی ہے اور جس کا مفاد یہ ہے کہ فلک یا آسمان کسی مادی شے سے عبارت نہین ہے، بلکہ وہ ثوابت سیارات کے "مدار" کے دوسرے نام ہین! ثانیاً ابن اطہر کا قول ہے کہ "مدار جن مین کواکب فلکی سیر کرتے ہین، افلاک کہلاتے ہین" اس تعریف کا ماخذ مشہور و معروف عربی لغت قاموس ہے! امام راغب اصفہانی تحریر فرماتے ہین کہ افلاک وہ شرارے ہین جنکو ستارے یا سیارے اپنی فضائی گردش مین طے کرتے ہین" (دیکھو مفردات) ابن قتیبہ کہتے ہین کہ "فلک یا آسمان وہ نام ہے جو ستارون کے اختیار کردہ راستون کو دیا گیا ہے"۔

ان حوالجات و تصریحات سے عیان ہے کہ اسلامی علماے لغت، رواۃ حدیث، اور حکما، و فلکیین شروع ہی سے ستارون کے "مدار" کو "فلک" کہا کرتے تھے! لیکن جو سوال از خود یہان دماغ مین پیدا ہوتا ہے، وہ یہ ہے کہ مسلمان اہل ہیئت و اصحاب روایت کے ذہن کی رسائی لفظ فلک یا آسمان کے حقیقی مفہوم و مدلول تک کس طرح ہو گئی؟ اس کا سادہ اور صحیح جواب یہ ہے کہ یہ لوگ حضرت نبی امی صلعم اور عرفاے اسلام کے ملفوظات و کلمات طیبات سے واقف تھے جنہین انھون نے فلک یا آسمان کی حقیقت و ماہیت کو روز اول ہی سے بے نقاب کر دیا تھا، مزید بران لغوی رہنمائی اس باب مین ان کو یہ حاصل ہوئی کہ لسان عرب مین لفظ فلک اور اس کے تمام مشتقات کا اطلاق اجرام فلکی کے مدارات ہی کے لیے ہوتا ہے،

میری تحقیق اور استقصا بھی یہی ہے کہ فلک یا آسمان وہ سماوی راستہ ہے جس کو کوئی ستارہ یا سیارہ یا شہابِ

...زمین یا کوئی بار سحاب اپنی فضائی گردش و سیر مین اختیار کرتا ہے، صدر اول کے ارباب علم کا یہی مذہب تھا؛ ...اب جو لوگ افلاک کو خدا کی بنائی ہوئی ٹھوس چھتین سمجھتے ہین تو محض اس وجہ سے کہ دانایان یونانی نے ایسا ہی ...یا تھا، یہین سے خاص طور پر بطلیموس اعظم کے نظریون کی مقبول عام سماعی روایات سے ان کے کان خوب آشنا ہو گئے ...لیکن خدا نخواستہ نہ اس وجہ سے کہ قرآن و اسلام کی ایسی تعلیمات تھین، اس لئے کہ یہ آخر الذکر چیزین تو بخط مستقیم ...ملفوظات و لغویات کے برعکس واقع ہوئی ہین!

قرآن کریم کی مشہور آیہ بینہ کو لیجئے "و کل فی فلک یسبحون" (سورہ یٰسین) یعنی "وہ سب (سورج، ...ستارے وغیرہ اجرام سماوی) فلک مین تیر رہے ہین"۔ یہ بیان قدیم و متداول فلسفۂ فلکی کے عین نقیض ہے، ...دوسری طرف عہد حاضر کی ہیئت کے اصول و احکام اور انکشافات و نظریات کے بالکل مطابق، قدیم فلاسفہ ستارون ...جواہر و الماس کو سقف آسمانی مین جڑا ہوا سمجھتے تھے، وہ موخر الذکر کو متحرک بالذات تسلیم کرتے تھے، جو اول الذکر ...کی حرکت کی علت سمجھی جاتی تھی، لیکن قرآن عظیم کی منقولۂ بالا آیت کے لفظی اور ظاہری معنی اس امر پر دلالت ...کرتے ہین کہ ستارے از خود حرکت کر رہے ہین، نہ کہ کسی اور چیز کے واسطے یا وسیلے سے، یہی وجہ ہے کہ امام رازی اپنی تفسیر ...مین یہ کہنے پر مجبور ہو جاتے ہین کہ "افلاک غیر متحرک اور مستمر الجمود اجسام ہین جنکے اندر ستارے ایسے ہی تیر رہے ہین ...جیسے سمندر مین مچھلیان" اسی قول سے تطبیق دیجئے حضرت امام جعفر صادق کے فرمودے (بتخاطب یکے از ملحدین) ...کو، خداے حکیم نے ستارون کے بارے مین اس طرح تدبیر فرمائی ہے کہ وہ اپنے افلاک (یا مدارات) مین تیرتے ...رہتے ہین! کتاب بحار الانوار کی تصریح کے بموجب یہ روایت احتجاج طبرسیؒ سے منقول ہے، یہ بیان براہ راست ...منافی ہے، ہر ایک قدیم نظریۂ فلکی سے، عام اس سے کہ وہ یونانی ہو یا مصری (بطلیموسی)

...مین اپنے اس خیال و استدلال کی تائید مین روایات و حوالجات کا ایک انبار لگا سکتا ہون کہ قرآن حکیم ...نے ستارون کے متعلق حقیقت اصلیہ کو روز اول ہی واشگاف بیان کر دیا تھا کہ وہ خلائے مطلق مین سیر کرنے پھرتے ...ہین، نہ کہ یہ کہ ـــــ جیسا کہ عامیانہ عقیدہ ہے کہ ـــــ ثوابت و سیار مثل نگینہ کے آسمان کے سقف

بلورین مین جڑے ہوئے ہین، واقعہ یہ ہے کہ فلسفۂ اسلامی یا فلکیات قرآنی گذشتہ تیرہ سو سال سے یونانی مصری و قیانوسی توہمات متعلق اجرام و افلاک کا بانگ دہل ابطال کر رہی ہین، لیکن خود ان کی ہمنوائی اب کہین جا کر ہیئت مغربی نے کی ہے۔

آمد آن یارے کہ ما می خواستیم

اب مین "سماوات" کی بحث پر آتا ہون، یہ بحث مختصر تر ہوگی، بطلیموسی نظام کا نظریہ یہ تھا کہ سات سماوات یا طبقات آسمانی ہین، یہ مذہب ہجرۃ کی پہلی صدی مین بحد مقبول اور شائع و ذائع ہو گیا تھا، سماوات مین سے ہر ایک سماء یا طبقہ کا تعلق ایک الگ ستارے یا سیارے سے سمجھا جاتا تھا، چنانچہ "کرسی" ثوابت کی سما تھی اور "عرش" سماء السموات تھا، اسکو چرخ ہشتمین یا "فلک اطلس" بھی کہتے تھے، جس کے اندر کوئی ستارہ یا سیارہ نہ سمجھا جاتا تھا، اس طبقۂ سماوی کی دبازت غیر محدود و ناقابل پیمائش تھی بلکہ خارج از قیاس و خیال، سارا خلاء بسیط اس سے بھرا ہوا فرض کیا جاتا تھا، اور بجز ذات واجب الوجود کے کوئی نہین جانتا تھا کہ اس آخرین قبۂ سماوی کے ورا الورا کیا چیز ہے، یہی مذہب اسلام کے دور اوّل کے عہد مین حکماء و فلکیین عالم مین مسلم تھا، لیکن اسلام اپنے دفتر علوم مین ایسے اشارات و بیانات رکھتا تھا جو اسکی زندہ تردید تھے، اس لیے کہ قرآن نے آفتاب و مہتاب کے افتراق باہمی کا صاف صاف ذکر کیا، نیز دخان (یا غاز) سے تخلیق افلاک و سماوات کے واقعے کی طرف اشارہ کیا، اور مزید بران ان کے حادث ہونے کا اعلان کیا، اس کے علاوہ وہ بہشت و دوزخ اور ملائکہ کی دنیا کی بھی اطلاع دیتا ہے، یہ سب چیزین شریعت بطلیموسی سے دست و گریبان ہین، لیکن ہمارے پرانے حکماء جو صحیفہ بطلیموسی پر ایمان بالغیب رکھتے تھے وہ قرآن حکیم کے حقائق و معارف کو محل نظر سمجھتے تھے، اور اسلام اور ہیئت رائج الوقت کے تضاد و تباین کو تطابق و توافق سے بدلنے کے لیے وہ قرآن کی آیات و بینات اور دیگر اسلامی روایات کی تاویل و تحریف کے مرتکب ہو گئے، انھون نے عجیب عجیب تعبیرین و توجیہین کی ہین، اور ہر قسم کے جہل و تفسیر بالرائے سے کام لیا ہے، اور یہ سب اس لیے کہ کفر و اسلام یا خدائے علیم اور فلاسفۂ جاہلین مین مفاہمت و مصالحت کرا دین، استغفر اللہ مسلمان علما کی یہ بے راہروی جتنی افسوسناک تھی اتنی عجیب بھی تھی، ان کے سامنے قرآن عظیم کی آیات بینات، رسول اکرمؐ کی احادیث مقدسہ، اصحاب کرامؓ اور بیت نبوتؐ کے تصریحات

و انوار معارف کے کلمات طیبات تھے جو قدم قدم پر فلاسفہ کی دانش فروشیون اور ضلالت انگیزیون مین آلودہ ہونے سے ملت اسلامی و امت محمدیؐ کو باز رکھنا چاہتے تھے، لیکن یہ ساری تنبیہ و انتباہ ان بدبختان ازلی کے لیے بے سود ثابت ہوا، نتیجہ یہ ہوا کہ اسلامی تعلیمات و معتقدات مین ایک معتد بہ حصہ ہیئت بطلیموسی کے احکام و اصول کا راہ پا گیا، اور جب علماء و حکمائے اسلام نے قرآن کی تفسیر اور احادیث کی تعبیر و تنقید کی تو یونانیات و مصریات کے چراغ ہدایت کی روشنی مین کی، اور اسلام کے علوم و معارف کے چشمۂ صافی کو بیشمار جہالتون اور ضلالتون کی کثافتون سے مکدر کر دیا۔

اب مین دو ایک ایسے الفاظ پر بحث کرنی چاہتا ہون جو ہیئتی اصطلاحات کی نوعیت رکھتے ہین، ازانجملہ ایک لفظ "سماء" ہے، عربی زبان اور لغت مین اس چیز کو "سماء" کہتے ہین جو اوپر واقع ہو، ممکن ہے کہ لفظ "سماء" مادہ "سمو" سے مستخرج ہو جو "علو" (بلندی) کے ہم معنی ہے، علامہ قزوینی کہتے ہین کہ "سما وہ چیز ہے جو اوپر کی طرف ہو اور اپنا سایہ ڈالے، اور "ارض" وہ شے ہے جس پر کوئی کھڑا ہو سکے"، اس تعریف کی بنا پر "سماء" کے اطلاقات مین خلاء، فضا، افلاک، مدارات اجرام، بادل اور بارش وغیرہ سب کچھ آجاتے ہین، واضح ہو کہ اس لفظ کو آنحضرت صلعم نے عام مروجہ مفہوم مین ہی استعمال کیا ہے اور اس کو کوئی مخصوص اصطلاح نہین بنایا ہے، الغرض ہر وہ چیز جو کسی قدر بلندی پر واقع ہو "سماء" کے مدلول مین آتی ہے،

چنانچہ محمد بن علی بن ابراہیم سے منقول ہے کہ "سماء وہ چیز کہلاتی ہے جو بلند و مرتفع ہو اور بالائی سمت مین قدرے فاصلے پر واقع ہو، نیز "ارض" وہ شے ہے جو بجانب زیرین اپنا جائے وقوع رکھتی ہو"

اب جن جن چیزون پر لفظ "سماء" کا اطلاق ہوا کرتا ہے وہ حسب ذیل ہین:-

(۱) بادل:- کما قال اللہ تعالیٰ فی القرآن، وانزلنا من السماء ماءً (سورۂ حجر) اور ہم نے سماء سے پانی

(۲) خلاء مکانی:- کما فی سورۃ الحجر، ولقد جعلنا فی السماء بروجا، مین جانتا ہون کہ "برج" کی تعبیرین ایک سے زیادہ ہو سکتی ہین، لیکن یہ سب اس کے مجازی و استعاری مدلولات ہین، لیکن یقیناً لفظ "سماء" کا اولین بنیادی مفہوم خلاء یا فضا ہی ہے،

(۳) ہر جرم فلکی:- مطابق حدیث نبوی:- آسمان مین تمہارے آدم کی طرح آدم ہین، اور تمہارے نوح کی طرح

نوح، (دیکھو بحار)

(۲) وہ ہمہ گیر شے جو جملہ اجرام فلکی کو محیط ہے :- دینی ادبیات مین اس لفظ کا یہ اطلاق بہت عام ہے، اور بعض فقہائے اسلام نے اس لغت کی صحیح تعبیر کرنے مین بلاشبہ غلطی کی ہے، اس مغالطہ کی وجہ یہ تھی کہ ان حضرات کے سامنے قدیم فلسفۂ یونان کے صحائف و اسفار تھے جنکی صحت و حقانیت پر وہ ایمان راسخ رکھتے تھے، اس لیے کہ وہ ان چیزون کو ایک قسم کی وحی [illegible] سمجھتے تھے، چونکہ وہ بہرحال ان یونانیات سے اپنے عہد وفا کو توڑنا نہ چاہتے تھے، پس انھون نے یہ کیا کہ آنحضرت صلعم کی [illegible] اور اہلبیت کے اساطین علم و معرفت کی مرویات و تعلیمات مین لفظی اور معنوی ہر دو قسم کی تحریف کی، اور ان کی اسی غلط کوشی [illegible] پژدہی کا یہ نتیجہ ہوا کہ جو حقائق پہلے ہی روز بے نقاب کر دیے گئے تھے ان پر قرنہا قرن کے لیے پھر گونا گون حجابات پڑ گئے،

اے روشنیِ طبع تو بر من بلا شدی

اب مین دوسرے نقطۂ بحث پر آتا ہون، یعنی یہ کہ عرش و کرسی کی حقیقت کیا ہے؟ لسانِ الٰہی اور زبان نبوت مین یہ دونون چیزین مخصوص طور پر انھی الفاظ مین بیان کیگئی ہین، پس ہم کو ضرورت ہے کہ اصلی نصوص مین ان اسمار کے ابتدائی معانی کو معلوم کرین، ہم پہلے عرش کو لیتے ہین، اس لفظ کا دراصل کیا مفہوم و مدلول ہے؟ کیا اس کے وہی معنی ہین جو نظام بطلیموسی کی مخصوص فرہنگ مین لیے گئے ہین، یعنی "چرخ ہفتمین" یا "فلک اطلس" یا کچھ اور؟ احادیث و روایات کے الفاظ و انداز بیان سے یہ امر روز روشن کی طرح ظاہر ہے کہ حضرت داعیِ اسلام رسول عربیؐ، آپ کے اصحاب کبارؓ اور اولاد امجاد نہ یونانی فلسفہ سے واقف تھے، نہ اس کے متبع، اور نہ اس کے شارح و مفسر، بلکہ بجائے اس کے ایسے آثار دیکھنے مین آتے ہین کہ اس مقدس جماعت نے فلسفہ و حکمت کا ذکر نہایت نفرت، کراہت اور حقارت کے ساتھ کیا ہے، لیکن بعض مسلم فقہار و متکلمین نے اپنی روش کے [illegible] سے بالکل دیدہ بر دوختہ ہو کر انتہائی جد و جہد کی اور موقع و بے موقع تاویلات و توجیہات اور نسخ و مسخ سے اسلامی تعلیمات و معتقدات کا فلاسفۂ یونان کے لغویات و ہفوات کے ساتھ مصافحہ و معانقہ کرا دینا چاہا، مگر یہ ایک سخت مکروہ و ممنوع اقدام تھا، نصوص قرآنی اور احادیث صحیحہ کے اندر ہم یہ تصرف کیونکر کر سکتے ہین؟ اب دوسری طرف کوئی شخص بعصبیت نفس و ثبات عقل یہ دعوی بھی نہین کر سکتا کہ نبی امی اور عترت اہلبیت عہد حاضر کے علم الہیئت کے اصول و حقائق کے خوشہ چین تھے، یہ

[illegible] بے معنی ادعا ہوگا، اس لیے کہ جدید العہد فلکیات کا سنگ بنیاد آٹھ یا نو صدی کے عرصۂ بعید و مدت مدید کے بعد کوپرنیکس [illegible] نے اپنی معرکۃ الآرا کتاب کی اشاعت کے ساتھ رکھا،

عہد اول کے مسلمان فضلار نے جو بطلیموسی نظام کی اصطلاحات "چرخ ہفتمین" اور "فلک اطلس" سے گوش آشنا ہو چکے تھے، "عرش اللہ" کو اسی (مزعومہ) حقیقت کی مذہبی تعبیر سمجھا، اس لیے کہ دینی روایات مین اس چیز کا ذکر عظیم ترین کرہ [illegible] کی حیثیت سے کیا گیا تھا، پس اس طرح ان ارباب دین و دانش نے تمام فلکیات قرآنی کو ہیئت بطلیموسی سے متوازی کر دینا چاہا، حالانکہ اس باب مین قرآنی تصریحات اور بطلیموسیت مین آسمان و زمین کا فرق تھا، جس کو مین آیندہ بحث مین بیان کرون گا اور اپنی تائید مین دلائل ساطعہ اور براہین قاطعہ سے کام لون گا، مین ایک روایت پیش کرنا چاہتا ہون جو بیک وقت بحار الانوار اور معانی الاخبار مین پائی جاتی ہے اور تمام شرائط و ضوابط درایت کی بنا پر ایک صحیح روایت معلوم ہوتی ہے، مفضل بن عمر راوی ہین کہ کسی نے حضرت امام جعفر صادقؑ سے پوچھا کہ عرش و کرسی کیا چیزین ہین؟ امام موصوف نے فرمایا کہ "ایک معنی کر کے "عرش" عبارت ہے تمام کائنات الٰہی سے اور "کرسی" ان سب کی محیط ہے، دوسرے نقطۂ نظر سے عرش سے مراد وہ علوم و معارف ہین جنکے انبیار و رسل اور دیگر شہدائے حق حامل ہوتے ہین، لیکن کرسی کا مفہوم وہ اسرار و غوامض الٰہیہ ہین جو ان ارباب حق و معرفت کی دسترس سے بھی بالاتر ہین"،

پس آپ کو معلوم ہو گیا کہ "عرش" کوئی مادی حلقہ یا طبقہ نہین ہے جو ساری کائنات ہستی کا احاطہ کئے ہوئے ہو، اور نہ کرسی ہی کوئی اس قسم کی شے ہے، سچ پوچھیے تو یہ وہ آفاق گیر چیز ہے جو نقطۂ "کن" کے سارے نتائج کا ظرف عظیم ہے، شیخ صادق جو مشاہیر شیعی فقہار مین سے ایک ہین کہتے ہین، "کرسی عالم الٰہی کا دوسرا نام ہے جیسا کہ حضرت امام جعفر صادقؑ نے آیۂ قرآنی وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ کی تفسیر مین بیان فرمایا ہے (اعتقادیہ شیخ صادق) "عرش" کے متعلق فقیہہ مذکور کی تصریح یہ ہے، "عرش کے بارے مین میرا عقیدہ یہ ہے کہ وہ خدائے عظیم کی ساری کائنات کا نام ہے، لیکن معنویات کی دنیا مین عرش ایک لغت مثالی ہے علم الٰہی کے لیے، یہ لفظ اس مفہوم کے جز و کل پر حاوی ہے" (اعتقادیہ شیخ صادق)،

ان تصریحات سے ظاہر ہوگا کہ عرش اور کرسی ہر ایک دو دو معنی رکھتے ہین :- ایک لغوی ومادی، اور دوسرے مجازی واستعاری، بعض موقعون پر ان الفاظ کے ایک معنی ہین، اور بعض مقامات پر وہ دوسرے نمبر کے مفہوم مین استعمال ہوئے ہین، قرآن حکیم کے جو الفاظ قبل ازین معرضِ ذکر مین آئے ہین یعنی وسع کرسیہ السموات والارض، وہ سورہ بقر کی ایک آیت ہے جس کا لفظی ترجمہ یہ ہے کہ، اللہ کی کرسی ارض وسما پر حاوی ہے، کتاب مجمع البیان مین حضرت امام جعفر صادق تک اس روایت کا سلسلہ پہنچایا گیا ہے کہ (آپنے فرمایا کہ) کرسی کے معنی علم الٰہی کے ہین جسکی وسعت واحاطہ بلاشبہ زمین وآسمان کی حدود سے بمراحل متجاوز ہے، اس سلسلہ مین ایک بات کا ذکر بیمحل نہ ہوگا، عربی زبان کے محاورے مین ایک ایسے شخص کو جو بڑا عالم متبحر ہو "کراسی" کہتے ہین،

میرا خیال ہے کہ مین نے اب اس حقیقت کو ضرورت سے زیادہ واضح کر دیا ہے کہ عرش وکرسی کوئی مادی چیزین اس قسم کی نہین ہین جیسے کہ کوئی تخت یا نشستگاہ وغیرہ ہوا کرتی ہے، حالانکہ ان چیزون کے بارے مین ہمارا معمولی تخیل کچھ ایسا ہی ہے، اسلام مادیت وشخصیت کا ایک دشمن قاتل ہے، اور حقیقت اس کی بیشمار تصریحات وبیانات سے بالکل ظاہر وباہر ہے،

عرش کی بابت روایات مین بیان کیا گیا ہے کہ وہ عالمِ شہود کی سرحد ہے، اور کرسی کے متعلق یہ ذکر ہے کہ وہ نظام شمسی کی حدبندی کرتی ہے، امام اول نے فرمایا ہے کہ "خدائے تعالیٰ نے آسمانون کو اپنی کرسی کے پائے بنایا"، یہ بیان بھی بحار الانوار سے منقول ہے اور یہی کتاب میری بیشتر معلومات کا ماخذ ہے، اسی مین ایک اور روایت پائی جاتی ہے جس کے الفاظ یہ ہین کہ "سات آسمان گویا سات ہک ہین جو کرسی کے اندر لگے ہوئے ہین اور کرسی عرش کے اندر مثل ایک چھلے کے ہے"۔ اچھا اب دونون مجموعہ روایات کے حقیقی معانی پر غور کیجئے اور اس سے ہیئت قرآنی کا نقشہ اپنی چشم تصور کے سامنے کھینچیے، سب سے پہلے خود ہماری اپنی زمین ہے جس کے جرم پر کرہائے باد وغاز چڑھے ہوئے ہین، یہی شے آسمان یا سماء اول ہے، کرۂ فضائی پر زمین کے حلقے کی حدود ختم ہو جاتی ہین، اسی طرح دوسرے سیارات یا اجرام کے کرہائے بادی کی ارضی سرحدین ہین، اور یہ سارے اجسام سماوی مع اپنے زمینی حلقون کے آفتاب کے گرد طواف کرتے ہین، جو

نظام شمسی (یعنی ہماری کائنات) کا مرکز ہے، اب وہی شے جو تمام فضائے بسیط یا خلائے مطلق کے اندر پھیلی ہوئی ہے، اور جو نبیولا (ابخرہ) کے مجہول نام سے پکاری جاتی ہے، در اصل "کرسی" ہے، اس لیے کہ یہی چیز نظام شمسی کی آخری سرحد ہے، اسی طرح ممکن ہے کہ خدا نے دوسرے نظامات شمسی پیدا کئے ہونگے، اور اس بحث کو مین نے خاطر خواہ تفصیل کے ساتھ اپنی بڑی کتاب مین بیان کیا ہے، اب عرش وکرسی کے جامع ومانع معنی اچھی طرح سمجھ مین آئین گے، نیز یہ بات بھی صاف ہو جائیگی کہ ہیئت سماوات کرسی کے اندر مثل ایک محور کے ہین، ٹھیک جس طرح کہ یہ کرسی ایک "محورِ عرش" ہے،

اچھا اب اسلامی تعلیمات مین سورج کی حقیقت کو سمجھئے،

ہیئت جدیدہ آفتاب کو ایک عظیم الشان ستارہ (یکے از ثوابت) کہتی ہے، جو نظام شمسی کے تمام ثوابت وسیارات کا مرکز ہے، "مملکت آفتابی" کے سارے متحرک اجرام براہ راست اس مرکز کے گرد عموماً اپنے اہلیلجی دوائر مین گردش کرتے ہین، آفتاب کا مرکزِ طواف اپنی جگہ پر قائم وساکت ہے، اس نظریہ کا بانی نکولاس کوپرنک ہے، لیکن آج تک تمام ارباب سائنس اور اہل ہیئت مین یہی عقیدہ قائم ومسلم ہے،

لیکن اس مذکورہ بالا خیال کا ثبات وسلامتی صرف ایک اضافی ہی نوعیت رکھتی ہے، اس لیے کہ کوپرنک کی تحقیق مین اس کے بعد سے جزوی اضافے اور اصلاحین بھی ہوئی ہین، چنانچہ بعد کے محققین مجتہدین نے یہ معلوم کیا ہے کہ آفتاب بالکل "قطب از جا نجنبد" کا مصداق نہین ہے، بلکہ خود اس سلطانِ نورنثار کا ذاتی موکب شاہی بھی اپنے ثوابت وسیارات کے جلو خدم وحشم کے ساتھ آہستہ آہستہ فضائے بسیط مین خرامان ہے، آفتاب کی اس آہستہ خرامی نقل مکانی کی حقیقت کا قطعی ثبوت یون بہم پہنچا ہے کہ ہم کو رصدگاہی آلات کے معائنہ سے وقتاً فوقتاً نئے "ثوابت" نظر آتے رہتے ہین، اور اسی طرح بعض ایسے اجرام ثابتہ روپوش بھی ہوتے رہتے ہین جو منظر سماوی مین پہلے ہمارے سامنے تھے!!

ڈاکٹر کیمبل ایک ممتاز امریکن فلکی ہین، وہ فرماتے ہین کہ "بلاشبہ ہماری زمین آفتاب کے گرد گردش کر رہی ہے جیسا کہ کوپرنک نے اعلان کیا تھا، لیکن نظام شمسی کی یہ "شمعِ محفل" بھی "گردش" سے محفوظ نہین ہے، آفتاب اپنی تمام قلمرو کی رعایا وبرایا کے ساتھ جنوب سے شمال کی سمت مین جا رہا ہے، آفتاب کی یہ سیر ایک ایسی چکر دار صورت مین ہے

جیسی کوئی نباتاتی بیل کسی لکڑی یا کسی درخت کے تنے کے اوپر پوندتے ہوئے اختیار کرتی ہے، "ڈاکٹر کیمبل ہم سے یہی کہنا چاہتے ہیں کہ ہم قیاس نہ کریں کہ آفتاب بھی ایک مقررہ اور مقید دور میں گھوما کرتا ہے" نہیں اس شہنشاہِ انجم وسیار کی حرکت بالکل مطلق العنان قسم کی واقع ہوئی ہے، وہ سیدھا آگے کی طرف چلا جا رہا ہے، پس ہماری یہ توقع غلط ہوگی کہ وہ مستقبل قریب یا بعید میں کبھی اپنے پامال شاہراہ کے نقوشِ قدم پر پھر چلیگا، نہیں اس کی ابتداء وانتہا میں کوئی نسبت نہیں، وہ جب سے گرمِ سفر ہوا ہے، اپنے نقطۂ آغاز سے دور ہی ہوتا جا رہا ہے اور اس پر دوبارہ اس کی بازگشت کی کوئی صورت نہیں،

بعض فضلائے ہیئت کا بیان ہے کہ آفتاب ستارۂ ویگا کی طرف ۱۲ میل فی سکنڈ کی رفتار سے متحرک ہے،

پس اس طرح معلوم ہوگا کہ اگرچہ آفتاب خود ایک مستقل دنیائے اجرام وکواکب کا قبلہ گاہ ہے لیکن یہ قبلہ بجائے خود بھی کسی اور کعبہ کی سمت میں مصروف "شدِ رحال" ہے، لہذا آفتاب بیک وقت "ذو حرکتین" ہے، ایک حرکت محوری اور دوسری حرکت انتقالی! یہ باتیں فی الجملہ آجکل جدید سائنس میں مسلمہ ہیں، البتہ بعض جزئیات کے متعلق فلکیین کے گروہ میں کم وبیش اختلاف ہے،

اب بعینہٖ وہ چیز ہے جس کی تعلیم اسلامی معتقدات میں دیگئی ہے، میں اپنے دعوی کو کلام اللہ حدیث رسول اور اقوالِ اہلبیت رحمہم اللہ سے مبرہن کرونگا، میں پہلے قرآن حکیم کی ایک آیۂ بینہ کو نقل کرونگا اور پھر اسی کی ہمنوائی میں بعض روایات اسلامی کو پیش کرونگا، متعلقہ آیت قرآنی سے میرا مقصود ذہنی یہ پر شوکت کلمات الٰہی ہیں،

وَالشَّمْسُ تَجْرِي لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ۚ ذَٰلِكَ تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ — اور آفتاب اپنے مستقر پر حرکت کرتا ہے، یہ ہے خدائے عزیز وحکیم کا فرمان،

ابتدائی زمانہ کے مفسرین اور متکلمین نے اس آیت کے متعلق یہ زاویۂ نگاہ اختیار کیا کہ ان الفاظ قرآنی میں آفتاب کے ظاہری طلوع وغروب کی طرف اشارہ کیا گیا ہے، جو اگرچہ ایک فریب نظر ہے لیکن پھر ایک زبردست مظہر قدرت ہے اور خداوند گان مذاہب ہر دو کے لیے قابلِ اعتناء ولائق ذکر ہے، یہ تعبیر جنھوں نے جن تصرفات وتاویلات کے ذریعے پیدا کی

ان کی تفصیل یہ ہے:- حرف ل کو یہاں اصل کلید معنی سمجھا گیا ہے، علماء کے ایک گروہ کا خیال ہے کہ لفظ "مستقر" پر جو "ل" داخل ہوا ہے اس کے معنی "الی" کے ہیں، اس صورت میں مستقر کے معنی "محلِ آغاز" کے ہونگے، دوسری جماعت نے اس قیاس کو پیش کیا ہے کہ حرف ل یہاں "فی" کا مفہوم رکھتا ہے، اور مستقرِ شمس سے مراد "فلکِ شمس" ہے، لیکن ظاہر ہے کہ یہ تفسیرِ قرآن نہیں ہے بلکہ تحریفِ قرآن ہے، ل کے معنی بلاشبہ "الی" کے ہیں اور "الی" کسی شے یا عمل کی حد یا خاتمے پر دلالت کرتا ہے، لیکن لفظ "مستقر" کے معنی بجز "جائے قرار" کے کس طرح کچھ اور ہو سکتے ہیں؟:

لیکن یہ بھی معلوم ہے کہ آفتاب کے "وقتِ قرار" کو "یوم قیامت" کہا گیا ہے، بعض اجلہ مفسرین نے حضرت علی امام زین العابدین، امام محمد باقر، اور امام جعفر صادق، نیز حضرت ابن مسعود اور عکرمہ سے روایت کی ہے کہ لمستقر لہا کی تفسیر یوں کیجائے کہ لِ کو لا سے بدل دیا جائے، اس صورت میں آیت کا ترجمہ یہ ہو جائے گا کہ "آفتاب دائمی بحالی حرکت چلا جا رہا ہے، اور اس کے لیے کوئی جائے قرار نہیں" یہ تفسیر حرف بحرف ہیئت حاضرہ کے انکشاف تازہ پر منطبق ہو جاتی ہے،

ایک صحیح اور مستند ومتواتر روایت ہے جو بیک وقت متعدد شیعی کتب یعنی خصال، علل الشرائع، بحار الانوار، روضۂ کافی، تفسیر قمی اور مجمع البحرین میں پائی جاتی ہے، کہتے ہیں کہ سلام بن مستنیر نے حضرت امام جعفر صادق سے پوچھا کہ: "میرے آقا! آفتاب ماہتاب سے اتنا زیادہ گرم کیوں ہے؟" امام عارف نے فرمایا: "خدا نے آفتاب کو نور نار اور آبِ صافی سے پیدا کیا ہے، ان عناصر سے ہفت طبق اس کے اندر بنائے گئے، اور پھر اس کے بعد خدا نے آفتاب کو ایک لباسِ آتشین سے ملفوف کر دیا، پس یہ وجہ ہے کہ وہ مہتاب سے بدرجہا زیادہ گرم ہے"

ایک دوسری روایت یہ ہے کہ حضرت امام رضا نے فرمایا کہ "آفتاب وماہتاب خدائے عظیم کی دو آیات (جلالی وجمالی) ہیں، ان کا نور عرش سے مقتبس ہے، اور ان کی حرارت اور آگ نارِ جہنم سے ماخوذ ہے، قیامت کے روز ان دونوں کا نور دوبارہ عرش کی طرف بازگشت کر جائے گا، اور پھر اس وقت نہ آفتاب محفوظ رہے گا اور نہ ماہتاب!"

اس روایت کو پڑھکر ہمارا ذہن اس مشہور و معروف فلکی قیاس "سدیمی" کی طرف منتقل ہوتا ہے، جس کو امام ہیئت لاپلیس نے علمی دنیا کے سامنے پیش کیا تھا، اس نظریہ کی بنا پر جملہ سیارات مع اپنے متعلقہ "اقمار" اور ذیلی اجرام کے بالآخر آفتاب عالمتاب کے مرجع اخیر سے وابستہ تسلیم کئے جاتے ہیں، اس لیے کہ وہ اپنی حقیقی ماہیت تخلیق میں آفتاب کے جسم ہی کے متفرق و منتشر اجزاء ہیں، واقعہ یہ ہے کہ یہ بصیرت افروز روایت ہم کو نظریۂ لاپلیس سے بھی ایک قدم آگے لیجاتی ہے اور علانیہ ہم کو اس استنباط کی طرف مائل کرتی ہے کہ خود شمع آفتاب بھی کسی عظیم تر "شمس الشموس" کی ایک حقیر "چنگاری" ہے، جو خلائے مطلق کے کسی کبریائی "زار سماء ستارگان" میں واقع ہے، اور جو اپنی بجلد و قیاس تنویر و اشتعال کے لحاظ سے بجز ایک طبقۂ جہنم کے اور کس چیز سے تعبیر کیا جاسکتا ہے؟

اب ہم چاند کی بحث پر آتے ہیں، چاند کے متعلق قدیم و جدید علمائے سائنس میں سخت اختلاف رائے پایا جاتا ہے، بعض پرانے ارباب ہیئت کا خیال تھا کہ چاند ایک مسطح طبق ہے، بعض دوسرون کے قول کے مطابق وہ کروی الشکل ہے، بعض اسکو ایک چھوٹے سے جسم رکھنے والی ہستی سمجھتے تھے اور بعض کے نزدیک وہ ایک عظیم الجثہ جرم رکھتا تھا بعض اس کو سادہ اور بعض پیچیدہ اور بعض کے خیال میں وہ ایک نہایت پیچیدہ اور مرکب ساخت رکھتا تھا، بعض اسکو ایک تاریک جسم جانتے تھے، اور بعض اسکی تنویر ذاتی کے قائل تھے، پھر اوسکی وحدت و تعدد کے بارے میں بھی وہ یکرائے نہ تھے، چنانچہ کچھ چاند کو "ایک" سمجھتے تھے، اور کچھ اسکو ایک سے زیادہ تسلیم کرتے تھے، یہ بیشتر وہ نقاط اختلاف ہین جو قدیم جماعت منجمین کی اندرونی نزاعین تھین، یہ امر موجب تعجب ہے کہ چاند زمین سے اس قدر قریب واقع ہے پھر بھی اس کے متعلق اتنی کم باتین معلوم ہوسکین، اور یہ محدود معلومات بھی اس درجہ گوناگون تخالف و تضاد سے لبریز ہے۔

فضائے سماوی کے اندر چاند کا محلِ وقوع بھی ایک بناء اختلاف ہے، قدیم فلاسفہ کا تو ماشاء اللہ یہ مشاہدہ ہی تھا کہ چاند اپنے متعلقہ سماء کے اندر ایسا جڑا ہوا ہے جیسے انگوٹھی کے اندر نگ، نیز چاند کا طبقہ تمام "عناصر اربعہ" کے طبقات پر حاوی تھا، اور اس کے اوپر سماء مریخ واقع تھا،

فلکیات جدیدہ کے حاملین کی رائے اور ان کا متفقہ مذہب یہ ہے کہ چاند خلا کے اندر معلق ہے اور زمین

کے گرد گردش کرتا ہے، نیز یہ کہ "غروب قمر" ایک اعتباری شے ہے، چاند کسی دوسری چیز کے اندر نہین ڈوبتا اور اس بات مین وہ ہمارے کرۂ ارض سے مشابہ ہے، جو خود "فی فلک یسبحون" کا مصداق ہے، چاند بھی زمین کی معیت و ملازمت مین آفتاب کا چکر لگایا کرتا ہے اور اس طرح ان ہر دو اجرام کا مدار ایک ہی ہے، مدار زمین تمام سماء نجوم و کواکب کے وسط مین واقع ہے اور اس لیے "ملکۂ قمر" بھی تمام محفلِ نجوم کے قلب مین مسند نشین ہے،

اب سنیے کہ ہیئت قرآنی و اسلامی کس طرح ہیئت جدید کی ان تحقیقات و انکشافات کی تائید کرتی ہے،

سورۂ نوح مین ہم ان الفاظ کی تلاوت کرتے ہین:-

اَلَمۡ تَرَوۡا كَيۡفَ خَلَقَ اللّٰهُ سَبۡعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا، وَّجَعَلَ الۡقَمَرَ فِيۡهِنَّ نُوۡرًا وَّجَعَلَ الشَّمۡسَ سِرَاجًا (نوح ع ۱)	کیا تم نہین دیکھتے کہ خدا نے سات آسمان، سات طبقات کے ہمشکل پیدا کئے، اور چاند کو ان کے اندر روشنی بنایا اور سورج کو ایک "چراغ"!

اس آیہ بینہ مین صاف طور سے بتایا گیا کہ چاند سمٰوات سبعہ کے وسط مین واقع ہے اور آخر الذکر اول الذکر کا ایک قسم کا ظرف ہین، دیکھیے یہ نہین کہا گیا کہ ماہتاب کو آسمانِ فن کے اندر ایک مقررہ مستقر دیا گیا ہے، پس باوجود لفظ سمٰوات کے حقیقی مفہوم کے ابہام کے، اور باوجود اس آزادی و اجازت کے کہ اس لفظ کے کچھ ہی معنی لیے جائین، یعنی خواہ طبقات فضائی، خواہ یہی ہمارا متعارف آسمان جسکی سقف نیلی فام کا شامیانہ ہمارے سرون پر تنا ہوا نظر آتا ہے، قرآن کی اتنی تصریح و خبر ہی اپنی جگہ پر محفوظ و سلامت ہے کہ "چاند نافِ سمٰوات کے اندر واقع ہے"۔

چاند کے متعلق اس تعبیر کا استخراج الفاظ قرآنی کی ترتیب کی عین رعایت کے ساتھ کیا گیا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ "جَعَلَ الۡقَمَرَ فِيۡهِنَّ نُوۡرًا" نہ کہ "جَعَلَ الشَّمۡسَ فِيۡهِنَّ سِرَاجًا" اس لیے کہ اس نے چاند اور سورج کا ذکر الگ الگ فرمایا ہے، ایک کے "نور" (عرض) اور موقع فیما بین سمٰوات کو بیان کیا، اور دوسرے کی محض تنویر و حرارت ذاتی کو (بشکل چراغ کے)

یہان یہ بات بھی قابلِ ذکر ہے کہ قدیم فلاسفہ نے ہمارے اس چاند کے علاوہ کسی اور چاند کے وجود کے امکان

پر کبھی غور نہین کیا، لیکن جدید تحقیق نے اس امر کا انکشاف کیا ہے، کہ جس طرح آفتاب کے گرد گردش کرنے والے سیارے ہین، اسی طرح ان سیارون مین سے ہر ایک سیارہ سے متعلق "سیارات ثانویہ" یا "توابعات" پائے جاتے ہین جو ان کے گرد گھوما کرتے ہین، یہ "توابعات" اپنی روشنی آفتاب سے حاصل کرتے ہین اور اپنے "مخدوم سیارہ" کی سطح کو روشن کرتے ہین، کیونکہ ان مین سے ہر ایک سیارہ ہمارے سیارۂ زمین ہی کی طرح تاریک اور کثیف ہے، ہر سیارہ کے توابعات یا "اقمار" کی تعداد مختلف ہے، مثلاً زمین کا ایک چاند ہے، مریخ کے دو، مشتری کے پانچ، (فلکی رصد گاہون کے آخری اعلانات یہ ہین کہ مشتری بجائے پانچ کے نو چاند رکھتا ہے) زحل کے آٹھ، یورینس کے چار، اور نیچون کا (تا تحقیقات حال) ایک، بعض فلکیین نے گذشتہ صدی کے اواخر مین اس بات کا دعویٰ کیا ہے کہ انھون نے سیارۂ زہرہ کے گرد بھی ایک چاند دیکھا،

اب اس سلسلے مین اسلامی تعلیمات و تصریحات پر آئیے، امام محمد باقرؑ سے یہ روایت منسوب ہے کہ آپ نے فرمایا کہ "ہمارے اس چاند کے علاوہ چالیس اور چاند ہین، اور ان چالیس مین سے ہر ایک کے درمیان چالیس عالم ہین، جو بیشمار مخلوقات سے آباد ہین، اور ان مین سے کوئی بھی ہمارے آدم سے واقف نہین" (انوار نعمانیہ)

اس روایت سے ہم کو معلوم ہوتا ہے کہ سمٰوات کے اندر چالیس چاند ہین، حالانکہ ہیئت جدید نظام شمسی کے اندر اب تک صرف اکیس چاند معلوم کر سکی ہے، از انجملہ ہمارا چاند بھی ہے، اگر مشتری کے نو دریافت چاندون کو بھی ان مین شامل کر لیا جائے تو یہ تعداد تئیس تک پہنچ جاتی ہے، لیکن اب بھی اقمار کی تعداد مر دیہ سے ہنوز زیادہ سے زیادہ انیس کی کمی رہتی ہے، لیکن ابھی روایت مذکورہ سے متعلق ایک اور نقطۂ بحث ہے جو ہماری تحقیق و تنقیح کا منتظر ہے، یعنی "اقمار اربعین" مین سے ہر دو کے مابین چالیس آباد عالمون کا وجود، ان عالمون کی کیا تعبیر ہے؟ اس بات کا امکان ہے کہ اس روایت مین جو لفظ "عالم" کا آیا ہے اس مین خفیف خطی تغیر ہو گیا ہو، اور اصل لفظ بجائے "عالم" (دنیا) کے "عام" ہو جس کے معنی عربی زبان مین سال کے ہین، اب روایت زیادہ بامعنی ہو جاتی ہے اور ممکن ہے کہ کہکشان کے متعلق وہ ایک حقیقت نغز کا سراغ دے رہی ہو، روایت کا ترجمہ اب یہ ہوتا ہے کہ "ہمارے چاند کے

علاوہ چالیس اور چاند ہین جنمین سے ہر ایک دو کے درمیان چالیس سال کا فاصلہ ہے اور اس فصل کے اندر کثیر التعداد خلقت آباد ہے" یہ امر قابلِ ذکر ہے کہ روایات کے بعض مجموعون مین "عالم" کے بجائے "عام" کا لفظ پایا بھی جاتا ہے،

اب مین روایت کے بقیہ پہلو کی تنقید پر آتا ہون، یعنی چالیس اقمار کی کثیر النفوس آبادی، لیکن قبل از ین ہم اس امر کی طرف اشارہ کر دینا چاہتے ہین کہ یہ روایت نہ کوئی اور حدیث و اثر اور نہ اس کے علاوہ کوئی آیۂ قرآنی ہمارے قمر زمین کی آبادی کی طرف اشارہ بھی کرتی ہے، روایت زیر بحث کا صرف یہ کہنا ہے کہ وہ عالم جو ان چالیس چاندون کے درمیان واقع ہین وہ آباد ہین، اچھا اب سطور بالا مین مین نے جس نقطۂ بحث کو چھیڑا ہے اس کے متعلق متعدد مختلف اللفظ لیکن متحد المعنی روایات موجود ہین، مثلاً حضرت امام جعفر صادقؑ فرماتے ہین کہ "تمھارے چاند کے علاوہ چالیس اور چاند ہین جو کثیر آبادیان رکھتے ہین اور جنھون نے تمھارے آدم کا نام بھی نہین سنا ہے" (بحار الانوار) اس روایت سے اقمار کی آبادی کا معاملہ بالکل عیان ہے، لیکن ایک اہم تر چیز اور بھی معلوم ہوتی ہے، اور وہ یہ ہے کہ اقمار کی آبادی کے یہ نفوس قوائے ذہنی سے بھی متصف ہین، ورنہ ان الفاظ کے کیا معنی ہونگے کہ "وہ تمھارے آدم سے بالکل بے خبر ہین"؟ غالباً وہ ہماری ہی طرح کا دل و دماغ رکھتے ہون گے، لیکن بعد و فصل کی وجہ سے ہمارے جد امجد سے ایسے ہی لاعلم ہین جیسے کہ خود ہم لوگ ان کی آبادیون اور دنیاؤن کے "مورثان اعلیٰ" مین ناآشنا ہین،

زمرۂ جدیدہ کے بعض ارکانِ ہیئت نے جنمین ممتاز شخصیتین ہوگ، ہرشیل، اور اریگو وغیرہم کی ہین بیشک اس رائے کا اظہار کیا تھا کہ "ہمارا چاند ذی روح مخلوق کا مسکن ہے" لیکن فضلائے فن کا اب یہ متفقہ اور مسلمہ فیصلہ ہے کہ کرۂ قمر کی سطح ایک وسیع و عظیم ویرانہ و خرابہ ہے، جس مین نہ کرۂ باد ہے نہ پانی، نہ نباتات، اور نہ کوئی ذی روح،

ایک مغربی فاضلِ ہیئت کا نظریہ ہے کہ "چاند کی روشنی اپنے ساتھ سطح ارض پر کسی قدر حرارت بھی لاتی ہے" مگر خود اسلام بھی چاند کو ایک شیر گرم کرہ کہتا ہے، اور اس طرح قدیم منجمین کے بیانات کا ابطال کرتا ہے،

حضرت امام رضا، جو ائمہ دوازدہ مین آٹھوین امام ہین، ان سے یہ روایت وابستہ کی جاتی ہے کہ "چاند اور سورج خدائے جلیل کی دو نشانیان ہین، ہر دو کی روشنی عرش الٰہی کے نور کا پرتو ہے، اور ہر ایک کی حرارت

کا سرچشمہ جہنم ہے"، اب اس روایت کے ساتھ عہد آخرین کے بعض یورپین علماے ہیئت کے اس دعوی راسخ کو دیکھیے کہ خود چاند کے اندر طبقات آتشین موجود ہین"!! جس طرح کہ ہماری زمین مین ایک اندرونی طبقہ یا بطن ناری پایا جاتا ہے، اور جس کے وجود کا ثبوت ہمکو اس وقت ملتا ہے جب گرم گیسون کے انبساط سے قشر زمین شق ہو جاتا ہے، یا جب کہ آتش فشان پہاڑون سے آتشین فوارے بلند ہوتے ہین، اسی طرح کے حوادث چاند کی تاریخ طبیعی مین بھی پیش آتے رہے ہین، خود چاند مین "سرگرم جبل النار تھے"، ڈاکٹر ہوک نے کرۂ قمر کے ہولناک آتش فشان زمین کی قہارانہ آتش خواریون اور صبح و شام کے وقت اس کی شفقی تنویرون کا ایک نہایت ہی مصورانہ خاکہ کھینچا ہے،

(باقی)

مستشرقین کی بین الاقوامی موتمر کا سترھوان اجلاس

منعقدہ آکسفورڈ اواخر ماہ اگست ۲۸ء

از مولوی زبید احمد صاحب ریسرچ اسکالر اسکول آف اورینٹل اسٹڈیز (لندن)

اس کانگریس کا پہلا اجلاس پچپن برس ہوئے ۱۸۷۳ء مین بمقام پیرس ہوا، ۱۹۱۲ء تک اس اڑتالیس برس کی مدت مین مختلف مقامات مین مختلف وقفہ کے ساتھ پندرہ اجلاس اور ہوئے پھر جنگ عظیم کی وجہ سے یہ کانگریس قریب قریب مردہ ہو گئی اور اسکا کوئی اور اجلاس نہ ہو سکا، تا اینکہ اس سال اگست کے آخر ہفتہ مین بمقام آکسفورڈ اسکا سترھوان اجلاس نہایت آب و تاب کے ساتھ ہوا، سات آٹھ سو کے قریب حاضرین کی تعداد تھی، جنمین سے نصف سے زیادہ مختلف ممالکِ عالم کی طرف سے باقاعدہ نمایندے کی حیثیت سے شریک ہوئے تھے،

۲۷ اگست کو ۹ بجے شب کے، صدر کی مختصری تقریر کے ساتھ اسکا افتتاح ہوا، ۲۸-۲۹-۳۰-۳۱ اگست چار روز تک صبح و شام جلسے منعقد ہوتے رہے، یکم ستمبر کو وداعی جلسہ ہو کر یہ بے نظیر علمی صحبت ختم ہو گئی،

کانگریس کی جملہ کاروائی، مندرجہ ذیل ۹ شعبون مین منقسم تھی،

اوّل شعبہ	عام
دوم "	آشوریات و بابلیات،
سوم "	مصر و افریقہ،
چہارم "	ایشیائے شمالی و متوسط،
پنجم "	مشرق اقصے، چین و جاپان،
ششم "	ہندوستان عتیق،

(ب) ہندوستان جدید،

(ج) ایران و آرمینا و قفقاز،

ہفتم شعبہ عبرانی و آرامی،

ہشتم " اسلامیات و ترکی،

نہم " فنون شرقیہ

ہر شعبہ کے جلسے مختلف کمرون مین منعقد ہوئے، ہر شعبہ مین ہر روز نیا صدر منتخب ہوتا تھا جو صبح و شام دونون وقت کے جلسون کی صدارت کرتا تھا، مجھے صرف شعبۂ ہفتم سے دلچسپی تھی اس لیے زیادہ تر اسی کے جلسون مین شریک ہوا، اس شعبہ سے دلچسپی رکھنے والے مستشرقین کی تعداد پچاس ساٹھ سے کم نہ تھی، جنمین سے پروفیسر اسنوک ہرخرونیہ[1] (ہالینڈ) پروفیسر بیکر[2]، پروفیسر مٹ ووخ[3]، فشر[4]، ڈاکٹر شاخت[5]، پروفیسر کاہلے[6]، (جرمنی) پروفیسر مارگولیتھ، مسٹر کرنکو[7]، پروفیسر نکلسن، مسٹر بیون، سر ڈینی سن راس (ROS) گب (GIBB) ڈیوی LEVY (انگلستان) پروفیسر بلاش[8] (فرانس) قابل ذکر ہین، سر طامس آرنلڈ علالت کی وجہ سے شریک نہ ہو سکے، ڈاکٹر طہ اور جاد المولی ایم اے مصر کے نمایندے تھے، حکومت دمشق نے کرد علی وزیر تعلیم کو بھیجا تھا، ایران کی نمایندگی، ایران کے مشہور عالم محمد قزوینی نے (جو کتب فارسیہ کی تدوین مین پروفیسر براؤن آنجہانی کے دست راست تھے) کی، حیدرآباد سے ڈاکٹر عبد الحق اور غلام یزدانی، دہلی یونیورسٹی سے استاذی پروفیسر مولانا عبد الرحمن مدظلہ اور پنجاب سے عبد اللہ یوسف علی آئی سی ایس تشریف لائے تھے، شنب الجزائر کے نمائندہ تھے اور پروفیسر فواد ترکی کے،

شعبۂ اسلامیات و ترکی مین پچاس کے قریب مضامین پڑھے گئے جنمین سے دو عربی مین، پانچ چھ انگریزی زبان مین، بقیہ فرنچ اور جرمن زبانون مین، عربی مضمونون مین سے ایک کرد علی دمشقی کا تھا، جو انھون نے مستشرقین یورپ کی خدمات علمیہ پر پڑھا تھا، زبان کے

1- Snouck Hurgronje 2- Becker 3 Mittwoch.
4- Fischer. 5 Schacht 6- Kahle. 7- Crankow.
8 Bloch

لحاظ سے تو بے شک قابل تعریف تھا، مگر نفس مضمون کے اعتبار سے گونہ قصیدۂ نثریہ تھا، جو درحقیقت اس علمی صحبت کے شایان شان نہ تھا، دوسرا مضمون استاذی الفاضل مولانا عبد الرحمن مدظلہ پروفیسر دہلی یونیورسٹی کا تھا، یہ مضمون بہت پسند کیا گیا، واقعی آپ نے نہایت آن بان کیساتھ پڑھا، زبان نہایت عمدہ تھی اور مضمون تو سراسر نیا تھا، سفید ریش کے ساتھ ہندوستانی وضع قطع مین آپ تمام یورپین مستشرقین کے درمیان خاص طور پر نمایان تھے، انگریزی آپ پہلے سے پڑھ اور سمجھ لیتے ہین، مگر بولنے کا اتفاق اس سفر ولایت مین ہوا، اب آپ انگریزی زبان مین خاصہ اظہار مدعا کر لیتے ہین، لیکن اس جلسہ کے موقع پر آپ سب سے عربی مین گفتگو کرتے رہے، اکثر مستشرقین خاصی عربی بول لیتے ہین، اکثر نے ان کی عربی کی تعریف کی اور کہا کہ ہندوستان کے علما آب عربی بہت اچھا جانتے ہین، ڈاکٹر طہٰ (جو نابینا ہین اور مصر کے مشہور عالم) نے دو عنوانون پر تقریر کی اور دونون دفعہ فرانسیسی مین بولے، اس شعبہ مین جس قدر مضامین پڑھے گئے، ان مین سے قابل ذکر حسب ذیل ہین

نام مضمون نگار	زبان	مضمون
۱- ڈاکٹر فارمر	انگریزی	یونانی موسیقی کے نظریات اور عرب،
۲- پروفیسر لیوی پروونسال،	فرانسیسی	ذخیرۂ ابن بسام کے قلمی نسخے،
۳- محمد قزوینی	فرانسیسی	مونس الاحرار کا قلمی نسخہ،
۴- کرد علی	عربی	مستشرقین اور علوم عربیہ،
۵- منارسکی	فرانسیسی	فرقۂ باطنیہ "اہل الحق"
۶- کرامرس	انگریزی	ایرانی روایات اور اسلامی جغرافیہ،
۷- بریکیو	فرانسیسی	اسلام کا دیگر مذاہب کے ساتھ جو خاص رویہ ہے اسکی اصلیت عرب کی قبائلی عصبیت مین مضمر ہے،
۸- ڈاکٹر طہٰ حسین	"	قرآن شریف مین ضمیر غائب کا استعمال،

نام مضمون نگار	زبان	عنوان
۹- ڈاکٹر طہٰ حسین	فرانسیسی	معتزلہ اور لائب نٹز کا فلسفہ میں تطابق،
۱۰- اگنو گولڈزیہر سکی	"	فرقۂ عبادیہ وخارجیہ،
۱۱- مولانا عبدالرحمن	عربی	اللغۃ العربیہ واستالھا،
۱۲- لیوی	انگریزی	مثنوی یوسف زلیخا منسوب بہ انصاری ہروی،
۱۳- کرنکو	"	ابن قتیبہ کی کتاب المعانی الکبیر،
۱۴- "	جرمن	الدرالکامنہ زیراشاعت،
۱۵- مارگولیتھ	انگریزی	حکایات تنوخی کا غیر مشخص نسخہ،
۱۶- مٹ دوخ	جرمن	ضرورت اشاعت مجموعہ طب عربی،
۱۷- ڈاکٹر عبدالحق	انگریزی	حالات مخطوطات دیوان ابوتمام اور اس کے نسخ زیر مطبوعہ کے معتبر وغیر معتبر ہونے کی تحقیق،
۱۸- شاخت	جرمن	قاہرہ وقسطنطنیہ کے مخطوطات،
۱۹- کاہلے	"	مصر کے کھیل،
۲۰- جادالمولی مصری	انگریزی	قرآن شریف اور اسکا اثر مسلمانوں کی انتہائی علمی سیاسی ...

کئی مضامین میں عکس افگن لالٹینوں سے کام لیا گیا تھا، اس قسم کے مضامین سے مندرجہ ذیل مضمون قابل ذکر ہیں،

۱- عیسائی سوانح اور ممالک اسلامیہ،

۲- یورپ کے فنون اور اسلامی اثرات،

۳- طور سینا،

میری رائے ناقص میں چند مضمونوں کو چھوڑ کر بقیہ مضامین کچھ زیادہ بلند پایہ نہ تھے، مشہور مستشرقین میں سے

کسی نے مضمون نہیں پڑھا بحث کے لیے اگرچہ دس منٹ رکھے گئے تھے مگر یہ دس منٹ بالعموم اصل مضمون ہی کے پڑھنے میں لے لیے گئے، اور یا اگر بحث ہوئی تو نفس مضمون کے متعلق نہ ہوئی، اکثر غیر متعلق سوالات وجوابات کا سلسلہ شروع ہو جاتا تھا، جب میں نے اپنا یہ خیال اپنے پروفیسر سے ظاہر کیا تو انھوں نے فرمایا کہ ایسی کانگریسوں کا منشا زیادہ تر مختلف ممالک کے علما کا ایک جگہ جمع ہو کر باہم شناسائی پیدا کرنا اور تبادلۂ خیالات کرنا ہوتا ہے، نہ کہ مضامین پڑھنا، اس لحاظ سے تو کانگریس فی الواقع بہت کامیاب رہی، تبادلۂ خیالات اور باہمی تعارف کے لیے اس سے بہتر کیا موقع مل سکتا ہے، علاوہ بریں، دو کارآمد تجاویز پاس ہوئیں، ایک تو یہ کہ حکومت مصریہ کو توجہ دلائی جائے کہ عربی زبان کی تاریخی قاموس عربی زبان میں اس حیثیت کی مرتب کیجائے جیسی کہ انگریزی میں آکسفورڈ ڈکشنری تیار ہوئی ہے، دوسری تجویز یہ کہ عربی طب کا ایک باقاعدہ مجموعہ مرتب کیا جائے، مجوزہ عربی قاموس کے متعلق معلوم ہوا ہے کہ یہ اسکیم پہلے سے حکومت مصر کے پیش نظر ہے، کانگریس کی اس تجویز کا بہت ممکن ہے کہ یہ اثر ہو کہ حکومت مصر جلد اس کام کو شروع کردے، دوسری تجویز بھی بہت اہم اور مفید ہے،

کانگریس میں مضامین پڑھنے والوں میں ہندوستانی مسلمان صرف تین تھے، ایک مولانا عبدالرحمن صاحب مقدم الذکر دوسرے ڈاکٹر عبدالحق صاحب، تیسرے غلام یزدانی صاحب ناظم محکمۂ آثار قدیمہ حیدرآباد، جناب آخر الذکر نے شعبۂ فنون شرقیہ میں بلورا کی تصاویر پر ایک مختصر سا مضمون پڑھا، جو اگرچہ دلچسپ اور پُر از معلومات تھا لیکن اس قدر اہم نہ تھا جس قدر موصوف کی خدمات اس شعبۂ فنون شرقیہ کے سکریٹری ہونے کی حیثیت سے رہیں، اس حیثیت سے فی الحقیقت آپ نے خوب نمایاں کام کیا اور خاص شہرت حاصل کی، ایک ہندوستانی مسلمان کا یورپ میں بین الاقوامی مؤتمر کے ایک اہم شعبہ کا سکریٹری ہونا اور پھر خوش اسلوبی کے ساتھ کام انجام دیکر یورپین حاضرین سے خراج تحسین وآفرین وصول کرنا کچھ کم فخر کی بات نہیں ہے، ڈاکٹر عبدالحق صاحب کا مضمون ایک عرصۂ دراز کی دماغ سوز جانفشانی اور مبصرانہ تفحص وتجسس کا نتیجہ تھا کیوں نہ لاجواب وبے نظیر ہوتا، مضمون ختم ہونے پر ہر گوشہ سے تحسین وآفرین کی صدا بلند ہوئی، آپ اور ڈاکٹر عبدالستار صدیقی اور جناب محمد شفیع لاہوری ہندوستان کے ان مایہ ناز مستشرقین میں تھے

جو یورپ سے یورپ کی قابل قدر تحقیقات علمیہ کا مذاق ساتھ لے گئے ہین، آپ کے خیالات نہایت عمدہ اور سچے مسلمانون کے سے ہین، آپ عربی بے تکان بولتے ہین اور خوب بولتے ہین،

مولانا عبدالرحمٰن صاحب مدظلہ نے جیسا کہ اوپر عرض کر آیا ہون، "اللغۃ العربیہ وامثالہا" پر مضمون پڑھا، کچھ مدت سے تمام شعر جاہلیت کے مصنوعی وجعلی ہونے کی بحث چھڑی ہوئی ہے، شاید سب سے پہلے پروفیسر مارگولیتھ نے اس موضوع پر قلم اٹھا کر شد و مد کے ساتھ تمام اشعار جاہلی کو مصنوعی وجعلی ثابت کرنا چاہا، اس کے بعد مصر کے ایک نوجوان پروفیسر طٰہٰ حسین نامی نے ایک کتاب لکھ کر دنیائے ادب عربی مین بل چل ڈالدی، مصر مین اس نظریہ کی سخت مخالفت ہوئی، اخبارون اور رسالون مین بہت کچھ لکھا گیا، خضر حسین نے ایک ضخیم کتاب مین اس خیال کی تردید کی، مولانا عبدالرحمٰن صاحب قبلہ کا مضمون اگرچہ بظاہر عربی و امثال عربی پر تھا، مگر حقیقۃً "شعر جاہلی" کے مصنوعی وغیر مصنوعی ہونے کے پیچیدہ اور اہم مسئلہ سے ہی تعلق رکھتا تھا، آپ نے بیش بہا اور افتادہ مواد سے کام لیکر حیرت انگیز طریقۂ استدلال سے پروفیسر مارگولیتھ اور ڈاکٹر طٰہٰ حسین کی تردید کی تھی، مولانا مدظلہ اس مبحث پر ایک مستقل تصنیف فرمانے والے ہین، مگر اس موقع پر ان کے استدلال کا خلاصہ غالبًا بے محل اور بے موقع نہ ہوگا،

۱۔ آپ نے ابتدا مین عقلی دلائل سے یہ ثابت کیا ہے کہ عرب جاہلیۃ کی بہت سی اصلی ضرب الامثال بلا تغیر و تبدل ہم تک پہنچی ہین، آپ فرماتے ہین کہ ادب عربی دوسری صدی ہجری مین مدون ہوا، اور جو حصہ ادب عرصۂ دراز تک مدون نہ ہو جائے یا ضبط مین نہ آئے، اس مین تغیر آجانے کا بڑا احتمال ہے، مگر جاہلیت کی امثال جون کی تون محفوظ رہین، نہ محض اس لیے کہ وہ زمانۂ تدوین تک نسلاً بعد نسلٍ پہنچین، بلکہ زیادہ تر اس لیے کہ انکی خوبی ان کے اصلی الفاظ مین تھی، علاوہ بر این کلام جس قدر مختصر اور لطیف ہوتا ہے، اسی قدر جلد یاد ہوتا ہے اور دیر سے بھلایا جاتا ہے، جاہلیت کی اکثر کہاوتین بہت مختصر ہین، پس وہ زمانہ تدوین تک ضرور زندہ رہین، ان کہاوتون کی زبان مین اعراب کی پابندی پائی جاتی ہے، جس سے یہ نتیجہ نکالا جاسکتا ہے کہ عرب الجاہلیۃ معرب عربی بولتے تھے، لہذا یہ دعویٰ غلط ہے کہ ان کی عربی معرب نہ تھی،

۲۔ ان امثال کی زبان، رذی سے لیکر جید تک مختلف قسم کی ہے، جید ہونے کی صورت مین وزن عروضی ہو کر ان کا ڈانڈا شعر سے مل جاتا ہے،

۳۔ ان موزون امثال کی دو صورتین ہوسکتی ہین، یا تو وہ شعر کے جز مین، یا یہ کہ وہ شعر کے جز تو نہین مین [مگر] کسی طرح ان مین موزونیت آگئی، پہلی صورت مین شعر کا وجود ثابت، دوسری صورت مین کم ازکم یہ ثابت کہ [جاہلیت] مین وزن کا وجود تھا،

۴۔ بہت سی مثلون مین وہی وزن پایا جاتا ہے جو نام نہاد شعر جاہلی کا ہے، ایسی صورت مین، اس وزن [کا] اختراع خلیل نہین ہوسکتا، جیسا کہ مارگولیتھ نے کہا ہے، اور نہ یہ خیال صحیح ہے کہ اس وزن سے قرآن نے روشناس [کیا] اور نہ تمام شاعری یا کم ازکم ابتدائے اسلام کی شاعری قرآن کے بتائے ہوئے وزن کے مطابق ہوتی، مگر اس [طرز] کی شاعری کی کوئی مثال موجود نہین، قرآن مین متفرق مصرعے مل سکتے ہین، مگر پورا شعر مشکل ہی سے دستیاب ہوسکتا ہے

۵۔ اس مین کوئی شک نہین کہ قرآن مین کچھ ایسی بات ضرور ہے جو شعر سے ملتی جلتی ہے جس کی بنا پر کفار نے [آن]حضرتؐ کو شاعر کہا مگر اسی کے ساتھ قرآن مین وہ چیز بھی ہے جو شعر نہین، اس لیے خداوند تعالیٰ نے فرمایا، [و]ما علمناہ الشعر، اس پر کفار آنحضرتؐ کو ساحر اور کبھی مجنون کہنے لگے، یا کم ازکم ان مین اختلاف پیدا ہوگیا، [ا]س سے صاف ظاہر ہے کہ قرآن شریف اور شعر مین جو فرق ہے وہ اس تشابہ سے کہین زیادہ ہے جو قرآن شریف اور شعر کے درمیان ہے، علاوہ برین رسولؐ کا شاعر کہا جانا، زمانۂ جاہلیت مین شعر کے وجود کو ثابت کرتا ہے، اگر موجود تھا تو کس قسم کا تھا؟ فرض کر دیہ نام نہاد شعر جاہلی مصنوعی اور جعلی ہے، لیکن چونکہ جعل و تصنع ہمیشہ اصل چیز کی نقل ہی تو ہوتی ہی اس لیے ظاہر ہے کہ اصل شعر جاہلی، اس مصنوعی شعر جاہلی ہی جیسا ہوگا، اگر یہ استدلال صحیح ہے تو پروفیسر مارگولیتھ کا یہ خیال کہ جس شعر کا قرآن شریف مین ذکر ہے وہ کاہنون کے سجع کے مانند ہے بالکل غلط ہے،

۶۔ جب یہ ثابت ہوگیا کہ جاہلیت مین شعر کا وجود تھا، تو نہ یہ ناممکن ہے کہ یہ زمانہ تدوین تک جون کا تون باقی رہا، اور نہ یہ بعید از قیاس کہ اس مین کسی قدر تغیر و تصنع آگیا، شعر جاہلی نہ سراسر مصنوعی ہے نہ سراسر اصلی کچھ حصہ

اصلی ہے کچھ حصہ مصنوعی" ان دونون حصون مین تحقیق و تنقید سے فرق کرسکتے ہین"

پہلے دن شعبۂ اسلامیات کے صدر پروفیسر فشر خود تھے، انکی عمر ۷۰ سال سے زیادہ ہے، مگر زندہ دلی اور جوشِ عمل کا اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ ہالینڈ سے آکسفورڈ تک ہوائی جہاز مین آئے گئے، یہ آجکل یورپ کے سرآمد علماے [illegible] مین، مختلف زبان دانی و قابلیت کا یہ حال ہے کہ جس زبان مین مضمون پڑھا گیا اسی زبان مین اس کے متعلق اپنے خیالات ظاہر کیے، کرد علی دمشقی کا مضمون عربی مین انھین کے زیر صدارت پڑھا گیا، اسی سلسلہ مین چار پانچ منٹ تک عربی مین برجستہ تقریر کی اور خاصی تقریر کی، جرمن اور فرنچ زبانون کا تو ذکر ہی کیا ان کی مادری زبانین ہین مگر انگریزی بھی بہت اچھی بولتے ہین۔

علمی مشاغل کے علاوہ تفریحی دلچسپیان بھی خاصی رہین کئی ایک پارٹیان ہوئین، ایک روز حکومت برطانیہ کی طرف سے لنچ دیا گیا، مگر صرف نمایندے مدعو تھے، ایک روز ڈنر ہوا جس نے دس روپیہ کی فیس ادا کی، وہ شامل ہو سکا، آکسفورڈ یونیورسٹی کے لائبریرین نے سب کو ٹی پارٹی دی جس مین تمام حاضرین کا فوٹو لیا گیا، یہ فوٹو دو نئے طریق ہے جس مشین سے لیا گیا عجیب قسم کی تھی، ایک بلند مقام پر نصب کردینے کے بعد سب کو باقاعدہ ایک بیضوی حلقہ مین مختلف قطارون مین یکے بعد دیگرے بٹھا دیا گیا، پھر یہ مشین ایک کنارہ سے دوسرے کنارہ تک آہستہ آہستہ خود بخود گھومتی چلی گئی کہ سب حاضرین کا فوٹو آگیا، اس فوٹو کی ایک ایک کاپی میزبان کی طرف سے ہر مہمان کو مفت دیگئی۔

مین اس کانگریس کے موقع پر مستشرقین کی جس بات سے بہت زیادہ متاثر ہوا، وہ اس قدر ان کا تبحر علمی نہین ہے جس قدر ان کا منہمکانہ مطالعہ، جوشِ عمل، شوقِ تحصیل، باقاعدگی طریقۂ کار، اور ہمت و استقلال کے ساتھ تحقیق و تدقیق کی دشواریون کا مقابلہ کرنا ہے، جسکا عشر عشیر اگر ہندوستانی مستشرقین مین پیدا ہو جائے تو وہ ان کو بالاے طاق بٹھا سکتے ہین،

یہ امر درحقیقت سخت افسوسناک ہے کہ یورپ مین مستشرقین کی یہ تمام جد و جہد علمی تحقیق کے پردہ مین اسلام کے

خلاف ہے، اور اس طرح اسلام کی مقدس تعلیم کو چارون طرف سے آماجگاہِ اعتراضات اور ہدفِ الزامات بنایا جارہا ہے، مگر اس سے زیادہ افسوسناک امر ہمارے قابل مسلمان مستشرقین کا سکوت و تغافل ہے اگر وہ ان کی شرقیہ شناسی و ادب دانی سے مرعوب ہون تو بادنی توجہ کافی و شافی جواب دے سکتے ہین، ہمت و جوشِ عمل کی ضرورت ہے۔

پارٹیون کی ایک صحبت مین جب کہ مستشرقین فرداً فرداً مولانا عبدالرحمٰن صاحب مدظلہ سے شناسائی پیدا کرکے خوش ہوتے جاتے تھے، ایک یورپین بزرگ خصوصیت کے ساتھ ملنے کے لیے آگے بڑھے اور رسمی افتتاحی گفتگو کے بعد کھڑے رہے، اسی اثنا مین کسی صاحب نے کہا کہ یہ قرآن شریف کا بوہیمیہ کی زبان مین ترجمہ کر رہے ہین، ہم نے سمجھا کہ اسلام پر وار کرنے کے لیے بوہیمیہ بھی انگلی کٹا کر شہیدون مین داخل ہونا چاہتا ہے، مگر بحمد اللہ ہمارا خیال بہت جلد غلط ثابت ہوا، ہم نے ترجمہ کرنے کی وجہ دریافت کی تو کہا کہ اظہارِ حق کے لیے، پھر بھی ہم نہ سمجھے آخر جب انھون نے قرآن شریف کی حقانیت کے بابت مسلسل تقریر کی تو معلوم ہوا کہ آپ نو مسلم ہین اور حال ہی مین محض قرآن شریف کے غیر متعصبانہ مطالعہ سے آپ کو یہ دولتِ ایمان حاصل ہوئی ہے، آپ کا اسم گرامی نکل ہے، آپ بوہیمیہ کے رہنے والے ہین جو پہلے یہ ملک سلطنت آسٹریا کا حصہ تھا، اب جمہوریہ زیکوسلوکیا مین شامل ہے، اور آجکل امریکہ مین پروفیسر ہین، عربی اس روانگی و قدرت سے بولتے ہین، کہ مادری زبان ہونیکا دھوکا ہوتا ہے، ان کے جوشِ خلوص، صدقِ نیت اور فرطِ محبت کا کیا ذکر کرون، خدا کی قدرت ہے کہ ہندوستان کے انگریزی خوان عربی دان حضرات قرآن شریف کے مطالعہ سے مستغنی و بے نیاز ہین، شاید ان کو اس مین کوئی جاذبِ توجہ خوبی نظر نہین آتی، اور بوہیمیہ جیسے دور دراز ملک کا رہنے والا، محض غیر متعصبانہ مطالعہ کی بدولت اسکا من جانب اللہ منزل ہونے پر نہ صرف ایمان لاتا ہے، بلکہ اپنی قوم کے سامنے پیش کرنے کے لیے ملکی زبان مین ترجمہ کرتا ہے،

بہ بین تفاوتِ رہ از کجاست تا بکجا

چند تبرکات

وصلی حضرت غوث الاعظمؓ و فتاوی مسعودی

(از مولوی سید عبد الرؤف صاحب ندوی مدرس رشاد یہ کارا (گیا)

ہندوستان میں جو بزرگان قادریہ وقتاً فوقتاً آتے رہے، ان میں ایک بزرگ حضرت سیدنا محمد القادری البغدادی بھی ہیں، جو موضع
انجھر ضلع گیا واقع صوبہ بہار میں آسودہ ہیں، اور وہاں ان کی نسل مبارک اب تک باقی ہے،

حضرت کا سلسلۂ نسب حضرت شیخ عبد القادر جیلانیؓ تک پہنچتا ہے، اسی نسبت سے آپ کو قادری بھی کہتے ہیں، بغداد
آپ کے آباؤ اجداد کا وطن مالوف اور آپ کا مولد منشا ہے، چند سال تک مکہ معظمہ میں اقامت پذیر رہے ہیں، اس کے بعد اپنے
موضع انجھر میں سکونت اختیار کی اور اسی جگہ مدفون ہوئے، آپ کی ولادت ۸۱۶ھ میں اور وفات ۸۴۷ھ میں اکتیس
برس کی عمر میں ہوئی ہے، مختلف دیار و امصار اور متعدد اساتذۂ وقت سے قرأت و حفظ قرآن، ادب، فقہ، اصول فقہ،
حدیث، اصول حدیث، تفسیر و تصوف کی سندیں حاصل کرکے ۲۰ سال کی عمر میں ۶ سال کی کامل جہد و ریاضت کے بعد
علوم و فنون میں کامل دستگاہ بہم پہنچائی اور شہرۂ آفاق ہوئے،

بلادِ ہند میں تشریف آوری کی وجہ کتب تواریخ رسالۂ شیخ علی شیر شیرازی و رسالہ قاضی جواد قادری و نسب نامۂ خونیمہ
وغیرہ میں یوں پائی جاتی ہے کہ سلطنت سادات کے زمانہ میں جب کہ محمد شاہ بن سید مبارک شاہ تخت حکومت پر متمکن تھا، اطراف
و جوانب ہند میں سخت ابتری اور بدنظمی پھیلی ہوئی تھی کہ ۸۳۷ھ مطابق ۱۴۳۳ء میں شیخ علی ہندی ایک بزرگ موضع حسن پورہ

ملہ آپ کے حقیقی اور دوسرے عم سید میر اور سیدنا کہتے ہیں، ملہ انجھر شریف داؤد نگر ضلع گیا کے شمالی مشرقی گوشہ پر آباد ہے، ملہ ماخوذ از تذکرۂ
حضرت علی شیر شیرازی نسخہ رسالہ شیر شیرازی فارسی، ملہ تذکرۂ مجھ میں تشریف آوری کا سنہ ۸۱۰ھ مطابق ۱۳۹۸ء میں مراجعت تیمور کے بعد
لودھیوں کے عہد حکومت میں لکھا ہے،

[کے] رہنے والے جو مرد صالح و ذی علم و عارف باللہ تھے روضۂ رسول اللہ صلعم پر اس امر کی فریاد لیکر پہنچے کہ مسلمانان صوبہ بہار کو
[ہندوؤں] و جوگیوں کے ہاتھوں ارکان مذہبی کے ادا کرنے میں سخت اذیت پہنچتی ہے، شیخ علی ہندی کی اس فریاد پر حضرت سیدنا
[محمد] قادریؒ کو خواب میں رسول اللہ صلعم کی طرف سے بشارت ہوئی کہ وہ بغداد سے فوراً ہند کی طرف روانہ ہوں اور فسادات
[کے] قلع قمع میں قیام فرمائیں، حضرت موصوف اس بشارت پر سفر ہند کے لیے کمربستہ ہو گئے، اور چالیس درویشوں کے ساتھ معہ چند
[تبرکات] کے جو حضرت کے جد اعلیٰ مدینہ منورہ سے ہمراہ لائے تھے، اپنے وطن مالوف بغداد سے ہند کو روانہ ہوئے اور موضع
[... زمانہ] نال پرگنہ انچھا جہاں کولہ راجہ مقیم تھا پہنچکر بامداد الٰہی و ببرکت بزرگان دین اس پر شاندار فتح پائی، وہاں چندے مقیم
[رہ] کر موضع انجھر شریف میں جہاں کی آب و ہوا خوشگوار معلوم ہوئی ٹھہر گئے، قاضی سید محمد جواد صاحبؒ نے جو ۱۱۹۸ھ فصلی میں
عہدۂ قضا پر مامور تھے حضرت سیدنا کی اولاد کا نسب نامہ اپنے عہد تک کا مرتب فرمایا ہے، اس میں لکھتے ہیں کہ حضرت سیدنا
[کے] پدر محترم سید درویش محمد قادریؒ نے ہندوستان روانہ فرمانے کے وقت حضرت موصوف کو چند چیزیں بطور سند و تبرک عطا
فرمائیں، اُن عطیات میں حضرت غوث الاعظمؓ کی وصلی مبارک بھی تھی،

[وصلی] وصلی موصوف سلسلہ بسلسلہ حضرت سیدنا کے پوتے قاضی سید سلیمان صاحب قادریؒ کے اولاد و احفاد میں محفوظ چلی آتی
ہے، چنانچہ ہر سال گیارہویں کی تقریب پر اس کی زیارت ہوتی ہے، بندہ کو مدتوں سے اس قرۃ العین کے دیدار کا شوق تھا مگر
[وقت] معہود پر نہ پہنچنے کے سبب محروم رہ جاتا تھا، اب کے غیر معہود وقت ۸ فروری ۱۹۲۶ء کو عالیجناب مولوی سید شاہ عبد الرشید
صاحب قادری کی معیت و رفاقت میں اس کا دیدار نصیب ہوا، وصلی مذکور کی کیفیت یہ ہے کہ ایک کاغذ کے ٹکڑے پر بخط نسخ
[...]جلی حرفوں میں یہ ناصحانہ عبارت لکھی ہوئی ہے:

زینتوا مجالسکم بذکر اللہ تعالیٰ من غفر سلر الرحیم ؎

اور فتاوی مسعودی کے صفحۂ اول میں سے چسپاں ہے، قدامت و کہنگی صورت سے ظاہر ہے، باانیمہ حروف صاف اور روشن ہیں،

[فتاوی مسعودی] قاضی سید شاہ مسعود صاحب قادریؒ پرگنہ منورہ میں عہد جہانگیری میں عہدۂ قضا پر مامور تھے، آپ قاضی سلیمان

ملہ جہانگیر بادشاہ (؟) ملہ اکبر پرگنہ منورہ کی ولایت حاصل تھی اور اکبری عہد میں منصب قضا پر مامور تھے، ملہ آپ رؤسا، اور زمینداران کار[...]

صاحب کے نورِ نظر اور حضرت سید تک پہنچتے ہیں، ۹۹۴ھ میں پیدا ہوئے، اپنے پدرِ محترم اور دیگر اساتذۂ فن سے علوم ظاہری و باطنی سے بیس برس کی عمر میں کامل فراغت حاصل کی، تحصیلِ علم کے بعد تصنیف و تالیف کا شوق ہوا، متقدمین ائمہ کے فن کی کا مطالعہ شروع کیا، اور مستند فتاوی کو پیشِ نظر رکھکر جس کی فہرست کم و بیش پچاس ساٹھ تک پہنچتی ہے، ایک جدید فتاوی کی تدوین و تالیف کی طرف پوری توجہ مبذول فرمائی، پوری جد و جہد اور کمالِ حزم و احتیاط کیساتھ پندرہ ہزار دو سو بیس فتاوی درج کرکے زبان فارسی میں ایک مستند فتاوی کی تدوین و ترتیب فرمائی، جو آج فتاویٰ مسعودی کے نام سے مشہور ہے، ۵۹ سال کی عمر میں ۱۰۵۳ھ میں تدوین و تالیف سے پوری فراغت حاصل کی، ہنوز یہ فتاوی محفوظ اور غیر مطبوع ہے، اگرچہ امتدادِ زمانہ سے بوسیدگی اور کہنگی اس درجہ پہنچ گئی ہے کہ آخرین اوراق منتشر اور تدریکرم ہوتے جاتے ہیں، تاہم صاف اور مایقرء ہیں، تقطیع اوسط، خط نستعلیق واضح اور جابجا نسخ بھی ہے، صفحات چند ہزار کے قریب ہیں اور ہر صفحہ میں کم و بیش، ۲۷ اور ۲۵ سطرین ہیں، بدین وجہ جلد نہایت ضخیم و جسیم ہوگئی ہے، افسوس ہے کہ سالانہ زیارت کے سوا اور کوئی مصرف اس سے نہیں لیا جاتا ہے، اور نہ طبع و نقل کی اجازت ہے اس لیے اس کے معدوم و ناپید ہو جانے کا اندیشہ ہے، جابجا سے فتاوے پڑھے گئے بے شبہ اپنے طرزِ استدلال اور استشہاد کے لحاظ سے فرد و یکتا اور قدامت کے اعتبار سے قابلِ قدر ہے۔

مقامات ہندیہ بندۂ ناچیز کے پاس بھی چند نادر قلمی کتابیں اسلاف سے محفوظ چلی آتی ہیں، ان کتب نوادر میں مقامات ہندیہ کا نسخہ قابلِ ذکر ہے۔

مصنفِ کتاب سید ابوبکر بن سید محسن باعود حضرمی علوی، کاتب محمد فاضل بن محمد شاکر داجلی، شاہ عالم اور فرخ سیر کے مبارک زمانہ میں مصنف موصوف نے شاہجہان آباد میں مقیم ہوکر چند مقامات مانند خجندی، بدیع، جزری، حریری پیشِ نظر

(بقیہ حاشیہ صفحۂ قبل) سلسلۂ نسب سید نا تک پہنچتا ہے اور علم پروری کے لحاظ سے آپ کی ذات مغتنمات میں سے ہے، مدرسہ قادریہ کا اُرا کا قیام آپ کی علم پروری کی ایک ادنیٰ مثال ہے، حماہ اللہ ۱۲، افسوس کہ جناب موصوف کے سوانح حیات تفصیل کے ساتھ معلوم نہ ہوسکے، جو کچھ معلوم ہوسکے لکھے جاتے ہیں۔

مقامات ہندیہ کی تالیف و ترتیب میں مصروف ہوکر بکمالِ جد و سعی تاریخ ۸ روز دوشنبہ ماہ جمادی الثانی ۱۱۲۵ھ فراغت حاصل کی ہے، سنہ کتابت بھی یہی ہے،

کتاب مذکور ادب عربی میں ہے، اس میں بھی مقامات حریری و بدیع و خجندی کی روش و طرز پر پچاس مقامات ترتیب دیے گئے ہیں، اور ہر ایک مقامہ ہند کے مشہور مقامات سے موسوم ہے، مثلاً شاہجہان آبادیہ، لاہوریہ، مرشد آبادیہ، ... یہ، مگر مقامات ہندیہ کی طرزِ تحریر اور طرزِ بیان چند خصوصیات کے لحاظ سے دیگر مقامات سے ممتاز اور دل پسند ہے، ... سجع، ترصیع، سہل پسندی میں تو آپ اپنی نظیر ہے، غالباً اب تک یہ غیر مطبوعہ ہے، کاغذ اردلی عمدہ چکنا ہے، اور تقسیم ...

خلفاء راشدینؓ

(سیر المہاجرین کا حصۂ اول)

از

از مولوی حاجی معین الدین صاحب ندوی،

چاروں خلفاءؓ کے ذاتی اخلاق و فضائل اور مذہبی و سیاسی کارناموں اور فتوحات کا آئینہ ہے، حجم ۳۷۵ صفحے قیمت ۳ ...

تاریخ فقہ اسلامی

مصری عالم خضری کی تاریخ التشریع الاسلامی کا ترجمہ از مولوی عبدالسلام ندوی، جس میں ابتدائے ہر دور کی فقہ اور فقہا پر مکمل اور ایسا تبصرہ ہے جس سے جدید فقہ کی ترتیب میں مدد مل سکتی ہے، حجم ۴۹۰ صفحے، قیمت للعہ

"منیجر"

ل معارف: کتاب بہت پہلے چھپ چکی ہے، ندوہ کے کتب خانہ میں مطبوعہ نسخہ دیکھا ہے۔

تلخیص و تبصرہ

ہندوستان اور مشرقی تعلیم

"گذشتہ ستمبر کے پہلے ہفتہ مین، اوین بین الاقوامی مجلس مستشرقین نے اپنے آکسفورڈ کے اجلاس مین ہندوستان کے اثریات اور مشرقی زبانون کی علمی تحقیقات کے متعلق متعدد تجاویز منظور کی ہین، اگرچہ یہ بحث کہ ہندوستان کا موجودہ طرز تعلیم اس کے لئے کہان تک ممد و معاون ہو سکتا ہے، اس مجلس کے احاطۂ بحث سے باہر تھی، لیکن ان تجاویز کی روشنی مین اس پر اظہار خیال کیا جا سکتا ہے،"

ٹائمس (لندن) کے تعلیمی ضمیمہ مین ایک مضمون مذکورۂ بالا الفاظ سے شروع ہوتا ہے، اور ہم اس مضمون کی تلخیص اصحاب فکر کے لئے پیش کرتے ہین،

"قدیم طرز کے سنسکرت کے پاٹھ شالے یا ٹول اور عربی کے مدارس اچھی حالت مین نہین ہین، مثلاً صوبجات متحدہ ہی مین ایسے بہت کم پاٹھ شالے ہین، جن کے لئے اوقاف ہون یا کم از کم ان کی اپنی عمارتین ہی ہون، ۳۱ مارچ ۱۹۲۸ء تک جو تعلیمی روئداد شایع ہوئی ہے، اس سے پتہ چلتا ہے کہ ان مدارس کی تمامتر آمدنی کا دار و مدار غیر مستقل انفرادی چندہ ہو امداد اور مجالس بلدیہ و اضلاع کی عنایت پر ہے، طلبہ سے کوئی فیس نہین لیجاتی، پاٹھ شالہ کے طلبہ بہت غریب ہوتے ہین، حتی کہ ان کو کتابین، اور کھانا بھی دینا پڑتا ہے، سنسکرت کے انسپکٹر نے ان الفاظ مین ان کا حال لکھا ہے:-

"سنسکرت کے طلبہ عموماً معصومانہ مذہبی زندگی بسر کرتے ہین، ان کو نہ سیاسیات سے تعلق ہوتا ہے اور نہ عام لوگون کی وضعداری سے، ان کی غذا عموماً سادہ اور بعض وقت ناکافی مقدار مین ہوتی ہے، تن ڈھانکنے کو ان کو کافی کپڑا بھی نصیب نہین ہوتا، ان کے کامون کے اوقات مقرر ہین، سویرے اٹھکر غسل کے بعد

سندھیا کرتے ہین، یہ سندھیا تین وقت ہوتی ہے، صبح، دوپہر اور شام، اس کے بعد اپنے اساتذہ کے پاس جاکر اپنی مشکلات کو حل کرتے ہین، سبق پڑھ لینے کے بعد رات کو پڑ رہتے ہین، ان کی صحت اسی وجہ سے اچھی ہوتی ہے، جس دن ان مین وضعداری آجائیگی صحت کی دولت ان سے رخصت ہو جائیگی، حتی کہ بڑے شہرون مین جہان سیاسیات پر عام طور سے بحث ہوتی رہتی ہے، یہ طلبہ بھی تندرست نہین رہ سکتے، کیونکہ سیاسیات سے سکون برباد ہوتا ہے، اور یہ بربادی بیماری کا آغاز ہے"

صوبجات متحدہ کے عربی مدارس کے انسپکٹر کا بیان ہے:-

"طرز تعلیم قدیم اور دقیانوسی ہے، طریقۂ تعلیم کی اصلاح اور بہتر اساتذہ کے مہیا کرنے کی طرف بہت سستی سے قدم اٹھایا جاتا ہے، فارسی جسکو عربی مدارس سے خارج کر دیا گیا تھا اب پھر نصاب مین داخل ہو کر ایک دلچسپ موضوع بن گئی ہے، اور لوگ شوق سے اس کا مطالعہ کرتے ہین، ایام تحریک ترک موالات مین عام قواعد و ضوابط کا جو فقدان پیدا ہو گیا تھا وہ دور ہو رہا ہے، مدارس مین اکثر طلبہ کے قیام و طعام کا بندوبست مفت ہوتا ہے"

ان حالات اور نیز دوسرے صوبون کی اسی قسم کی روئداد کی روشنی مین ہم کو امید ہے کہ آئندہ جو تعلیمی روئداد شایع ہوگی اس مین اس قسم کے مدارس کے طلبہ کی تعداد مین بہت کچھ کمی نظر آئیگی، موجودہ روئداد نگار مسٹر ریچی (MR. RICHEY) نے سفارش کی ہے کہ حکومت کو ہندوستانیون کے جذبات کا احترام کرتے ہوئے ان مدارس کی امداد کرنی چاہیے کیونکہ اب یہ انفرادی چندون پر قائم نہین رہ سکتے، لیکن اس کے ساتھ یہ مشکل بھی پیش نظر ہے کہ حکومت مدارس کے طلبہ کو روزگار نہین دے سکتی، میکالے نے اپنے ۱۸۳۵ء کی مشہور رپورٹ مین سنسکرت کالج کے طلبہ کی درخواستون کو نقل کیا تھا، ان مین ان بدنصیب طلبہ نے لکھا تھا کہ دس بارہ سال تک حکومت نے ان کی پرورش کی اور ان کو تعلیم دلائی، لیکن اب ان کے پاس اس کا کوئی ذریعہ نہین ہے کہ عزت آبرو سے زندگی بسر کر سکین، آج بھی ان قدیم طرز کے مدارس کے فارغ التحصیل طلبہ کا یہی حال ہے،

اس مسئلہ کے دو رخ ہین، ایک طرف وہ قدامت پسند تعلیمیافتہ ہندو اور مسلمان ہین جن کا خیال ہے کہ ان مدارس کو اسی طرح باقی رہنا چاہئے، اور یہ حکومت کا فرض ہے کہ وہ ان کے اخراجات کا بار اپنے ذمہ لے تاکہ ان سے ایسے روشنخیال مذہبی پیشوا پیدا ہوسکین، جو صحیح طریقہ سے مذہبی معاملات مین لوگون کی رہنمائی کرین، دوسری طرف وہ جماعت ہے جو یورپ کے تمدن و تہذیب سے متاثر ہے، ممکن ہے کہ جذبات سے مغلوب ہوکر وہ بعض اوقات ان مدارس کی حمایت پر آمادہ ہوجائین لیکن حقیقۃً ان کا یہ خیال ہے کہ اب ٹول و مدرسہ کا زمانہ گذر گیا، اب تعلیم کی بہترین صورت یہ ہے کہ یہ مشرقی علوم مغربی علوم کے پہلو بہ پہلو ساتھ ہی ساتھ ایک ہی جگہ پڑھائے جائین، تاکہ دونون کی بہترین چیزین ایک جگہ جمع ہوکر ایک خاص چیز پیدا ہوجائے،

اسی خیال کے ماتحت اس بات کی سخت ترین کوشش کیجارہی ہے کہ ایک طرف تو ان مشرقی مدارس کو بھی ہوائی یونیورسٹیون کے ماتحت کردیا جائے کہ وہ یوسف بے کاروان کی طرح اکیلے نہ بھٹک سکین، اور دوسری طرف مشرق کے وسیع غیر مربوط علوم کے لئے مغربی تحقیق و تنقید کا درس دیا جائے، چنانچہ اکثر یونیورسٹیون مین ایک نہ ایک مشرقی زبان کا مٹریکولیشن تک پڑھنا لازمی قرار دیدیا گیا ہے، بعض جامعون مین تو مشرقیات کے خاص شعبے بھی قائم ہین، بمبئی کا کاما اورینٹل انسٹیٹیوٹ اور پونہ کا بھنڈارکر اورینٹل انسٹیٹیوٹ مشرقی علوم کے مطالعہ اور ان کی تحقیقات کی مفید خدمات انجام دیرہے ہین، مختصراً ہمارے مشرقی طرز تعلیم کے طلبہ کی تعداد مین کمی ہورہی ہے، بہت ممکن ہے کہ اس کے لئے یہ عذر پیش کیا جائے کہ وہ مدارس جو اب سے کچھ پہلے تک خالص مشرقی علوم کے لئے مخصوص تھے، ان کے نصاب مین مغربیت پیدا کرکے ان کو عام مدارس مین شامل کرلیا گیا ہے، مسٹر میہیو (MR. MAY HEW) اپنی کتاب "ہندوستانی تعلیم پر ایک نظر" مین لکھتے ہین کہ علمی اور اقتصادی حیثیت سے ان جدید نصابون کی قدر و قیمت قدیم مشرقی نصابون سے کہین زیادہ ہے، ان کا خیال ہے کہ یہ جدید نصاب علمی حیثیت سے چاہے کتنے بلند نظر آئین، لیکن ان کی سب سے بڑی خوبی اس کے اقتصادی نتائج ہین (کہ ان کے پڑھنے والون پر حکومت کی ملازمت کا دروازہ کھلتا ہے) اور ان کو صحیح تعلیم دیکر اسکولون اور کالجون کی مشرقی زبانون کی تعلیم کے لئے بہترین اساتذہ پیدا کئے جاسکتے ہین،

الحمد للہ کہ ہندوستان کی یونیورسٹیون نے مشرقی علوم کی حفاظت و حمایت کے نام سے جس کام کو شروع کر رکھا ہے اس کی غایت خود معتبر ثانی کی زبانی معلوم ہوگئی کیا ان واقعات کی روشنی مین اب بھی لوگ حکومت کے اصلی منشا کے سمجھنے سے باز رہین گے،

"د ن"

ہندوستان پر آرین اور اسلامی اثرات

حال ہی مین مشہور بنگالی مورخ پروفیسر جدو ناتھ سرکار نے ہندوستان ریویو اور پربدھا بھرت مین ہندوستان پر اسلامی اور آرین اثرات پر دو عالمانہ مضامین لکھے ہین، آریون کے متعلق وہ لکھتے ہین:-

ہندوستان کی فاتح اقوام مین سب سے پہلے جس قوم نے اس ملک پر اپنے مذہبی، فلسفیانہ اثرات کا نقش جمایا وہ آرین قوم تھی، وہ قبائل جن کے بدن مین ایک قطرہ بھی آرین خون نہین ہے، اس سے اس قدر متاثر ہوئے کہ وہ اپنے کو آرین نسل کا ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہین، اور اگرچہ جغرافی، نسلی اور سیاسی حیثیتون سے ہندوستان کے باشندے بہت مختلف ہین لیکن آرین تمدن نے ان کو متحد و متفق کردیا ہے، اگرچہ ڈریوڈین لوگون سے بھی کچھ نہ کچھ لیا گیا ہے لیکن اس کو بھی آرین رنگ مین رنگ دیا گیا ہے،

پروفیسر موصوف نے آرین قوم کے چھ اثرات گنائے ہین :-

(۱) بلند ترین روحانیت، اس نے ان اثرات پر بھی جو ہندوئیت کے نام سے غیر آرین قوم سے لئے گئے ہین، تقدس کا رنگ چڑھا دیا ہے،

(۲) ہر خیال کو ایک منظم و مرتب شکل حاصل ہوگئی ہے،

(۳) ادبی و فنی تخلیق مین حسن و جمال کو ایک بلند جگہ مل گئی ہے، اور مبالغہ، جذبات، بدنمائی کو الگ کردیا گیا،

(۴) مختلف پیشون اور مختلف سفر و حضر اسلاف کی بنا پر لوگون کو ذاتون مین تقسیم کردیا گیا ہے،

(۵) عورتون کے احترام کے قائم کرنے اور دوسری نسوانی خراب رسوم کو مٹانے کی کوشش کی گئی ہے،

(۶) تعلیم کا مخصوص طریقہ، شیوخ اور مشیخون کی کیٹیون مین درس کا مشغلہ، یہ طریقِ تعلیم شہرون کے جامعون اور مسیحی خانقاہون کے طریقہ سے بالکل جداگانہ شے تھی،

اس کے مقابلہ مین مسلمانون کے دس احسانات یا اثرات گنائے ہین ہین:-

(۱) ہندوستان کا دوسرے ممالک سے تعلق و تعارف پیدا کرنا، ساحلی جہازرانی کا احیا و ترقی، ساحلی تجارت کا فروغ کہ جو لا حکومت کیساتھ ہی یہ چیزین فنا ہو گئی تھین،

(۲) ہندوستان کے بڑے حصہ مین عموماً اور وندھیاچل کے شمال مین خصوصاً اندرونی امن کا قیام،

(۳) ایک ہی طرزِ حکومت کے نفاذ سے حکومتی اتحاد اور یکجہتی،

(۴) اختلافِ مذاہب کے باوجود اعلیٰ طبقون کے لباس و طرزِ معاشرت مین یگانگت،

(۵) ہندی، سامی، فنون کی تخلیق، اس مین ہندو اور چینی فنون جذب ہو گئے تھے، اور ان سے ملکر ایک نیا طرزِ تعمیر اور جدید حسین صنعتین عالمِ وجود مین آگئی تھین،

(۶) ایک عام مشترکہ زبان کا جو ہندوستانی کے نام سے موسوم ہے پیدا ہونا، اس کے ساتھ ہی ایک عام سرکاری نثری زبان کا عالمِ وجود مین آنا، اس نثر کی پیدائش کیلئے زیادہ تر ہندو منشی ہین، اور اسی طرز کو انھین سے مرہٹی چٹ نویسون (چٹھی نویسون) نے سیکھا،

(۷) سلاطینِ دہلی کے پیدا کردہ امن و اقتصادی فلاح کے ثمرات، ملکی زبانون کی ترقی و وسعت کی شکل مین ظاہر ہوئے،

(۸) ہندوؤن کے مسئلۂ وحدۃ الوجود کا احیا اور تصوف کی ترویج،

(۹) تاریخی تصانیف کا عالمِ وجود مین آنا،

(۱۰) فنِ جنگ اور عام تمدن و تہذیب مین ترقی،

کیا اب بھی مسلمانون کو اس بات کا طعنہ دیا جائیگا کہ وہ ہندوستان مین صرف آگ اور خون سے کھیلنے کیلئے آئے تھے؟

"ن"

ہندوستان کی تعلیمی حالت

زیادہ عرصہ نہین ہوا کہ حکومتِ ہند نے ملک کے زراعتی حالات کی تحقیقات کے لئے ایک شاہی کمیشن مقرر کیا تھا، اس کمیشن نے اپنی تمام تحقیقات اور اس کے نتائج کو ۱۶ جلدون مین شائع کیا ہے، آخری جلد جو ابھی ابھی شائع ہوئی ہے، اس روئداد کا ضمیمہ ہے، اس مین وہ تمام دیباچے ہین جو ہر صوبہ کے گواہون کے بیانات کے شروع مین لگائے گئے ہین، اس صوبہ کے متعلق یہ دیباچہ تقریباً ۴۰ صفحات پر مشتمل ہے، دوسرے زراعتی حالات کے ساتھ ہی ہر صوبہ کی تعلیمی حالت پر بھی اظہارِ خیال کیا گیا، اور ٹائمس کے تعلیمی ضمیمہ نے اس تعلیمی حالت پر بھی ایک مقالہ شائع کیا ہے، ٹائمس کا مقالہ نگار لکھتا ہے:

"ہندوستان کے مختلف صوبون مین تعلیم متفاوت و متناسب سے پھیلی رہی ہے، اس کو ظاہر کرنے کے لئے ہندوستان کے دو مختلف الجہات صوبون کا مقابلہ کیا گیا ہے، اور یہ صوبے سندھ اور برما ہین، اول الذکر جو درحقیقت ایک ماتحت صوبہ اور ہندوستان کا آخری شمال مغربی ساحلی حصہ ہے، تعلیم کے لحاظ سے سب سے پیچھے ہے، یہان تعلیم ۱۱ ۴ فی ہزار ہے، اس کا سبب یہ ہے کہ یہان کی آبادی بہت زیادہ منتشر ہے، لیکن حقیقی وجہ مسلمانون کی تعلیم سے نفرت ہے، اور ان کی یہان کثرت ہے،

دوسری طرف برما جو حکومتِ ہند کا انتہائی جنوب مشرقی صوبہ ہے تعلیم کے لحاظ سے سب سے آگے ہے، وہان ۵ برس سال سے بڑے مردون مین ۴۸۶ اور عورتون مین ۱۲۳ فی ہزار تعلیم ہے، تمام ہندوستان کا تعلیمی تناسب مردون کے لئے ۱۱ اور عورتون کے لئے ۴۰۲ ہے، اس عام تعلیم کا سبب وہ تعلیم ہے جو بودھ پیشوایانِ مذہب ہر دیہات مین اپنی اپنی خانقاہون مین دیتے ہین، اگرچہ سرکاری بیان کے مطابق ان خانقاہون کی تعلیم زیادہ مفید ثابت نہین ہوئی، لیکن سرکاری مدارس کی بھی تو اس سے کچھ بہتر حالت نہین، ہندوستان کی طرح یہان بھی عام طلبہ درجۂ دوم سے آگے نہین بڑھتے،

آبادی کے لحاظ سے بنگال ہندوستان کے تمام صوبون مین اول ہے، اور یہ آبادی تمام برطانوی جزائر کی مجموعی تعداد کے برابر ہے، گذشتہ مردم شماری کے وقت یہان کی تعلیمی حالت یہ تھی کہ مردون مین ۱۸۵ اور عورتون مین ۲۱ تعلیم تھی، ابتدائی مدارس کے طلبہ کی اوسط تعداد ۳۰، ۴۰ سے زیادہ نہین، ان مدارس مین عموماً ایک ہی مدرس ہوتا ہے

اور یہان کے طلبہ بھی اکثر دوسرے درجہ سے آگے نہین بڑھتے، دوسرے صوبون کی طرح مالی مشکلات سب سے بڑی رکاوٹ ہین، اب صوبہ کی مجلس مقننہ کے سامنے ابتدائی تعلیم کے لئے ایک جدید محصول کے اضافہ کی تجویز زیرِ غور ہے،

صوبجات متحدہ مین تو تعلیمی حالات بہت ہی افسوسناک ہین اور اس کے یہ اسباب ہین (۱) کمسن بچون کی مزدوری کے لئے مانگ (۲) یہ خیال کر لڑکے پڑھ کر اپنا آبائی پیشہ زراعت چھوڑ دین گے (۳) نظام تعلیم کی خرابی، (۴) بچون کو گاؤن سے باہر تعلیم کے لئے بھیجنے پر والدین کی نارضامندی، چنانچہ موسم کی خرابی یا فصل کی تیاری کے وقت حاضری مین بڑی کمی ہوجاتی ہے، لیکن جبریہ تعلیم کو تدریجی طور پر رائج کرکے اس نقصان کی تلافی کی کوشش کیجارہی ہے، "ن"

اخبارِ علمیہ

جواہرات کی ساخت

یون تو ہزارون نقلی جواہرات آج کل بازارون مین ملتے اور استعمال کئے جاتے ہین لیکن ان کو نہ وہ صاف اور [...]بت مین اصلی جواہرات سے کوئی واسطہ ہوتا ہے، مگر اب ایک شخص جاج اوریٹ مارش نے ان اجزا کو جن سے فطرت [...]بول رتن تیار کرتی ہے، معلوم کرکے قانونِ فطرت کے مطابق اپنی تجربہ گاہ مین ان کو بنانا شروع کیا ہے، اس موجد نے ۱۲ سال [ج]واہرات کے اجزا اور ان کی امتزاجی کیفیت کے معلوم کرنے مین صرف کئے ہین، اور لعل و یاقوت کے بنانے مین کامیابی حاصل [ک]رلی ہے، چنانچہ سخت سے سخت کیمیائی تجزیہ بھی ان مین کوئی عیب نہ نکال سکا، اس کے ساتھ یہ عجیب بات ہے کہ اس کے جواہرات [...]بان کے جاتے ہین وہ بہت معمولی اور عام حصول ہین،

ایک ہندوستانی کی سالانہ آمدنی

ہندوستان سے زیادہ غریب ملک شاید کوئی دوسرا نہ ہوگا، مختلف اوقات مین مختلف اشخاص نے اس کی مجموعی [آم]دنی کو افراد پر تقسیم کرکے اس کو بتایا ہے، اور اگرچہ سرسری نظر سے اس کو دیکھا جائے تو معلوم ہوگا، کہ آمدنی ۴۰ سال مین چوگنی ہوگئی ہے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس کے ساتھ ہی ضروریاتِ زندگی مین بھی دس گنی گرانی ہوگئی ہے، وہ چاول جو آج ۴ سیر ملتا ہے، اس وقت تقریباً ایک من ملتا تھا، اور یہی دوسری چیزون کا حال ہے، ہم ذیل مین مختلف اشخاص کے تیار کردہ حسابات کے متعلق ایک ہندوستانی کی سالانہ آمدنی پیش کرتے ہین، :-

نام محاسب	سنہ	سالانہ آمدنی
دادابھائی نوروزجی	۱۸۷۰	۲۰ روپیہ

نام محاسب	سنہ	سالانہ آمدنی
بیرنگ باربر	۱۸۸۲	۲۷ روپیہ
ڈگبے	۱۸۹۸-۹۹	۱۸ ء ۹ ر
"	۱۹۰۰	۱۷ ء ۴ ر
لارڈ کرزن	۱۹۰۱	۳۰ ر
فنڈلے سیرز	۱۹۱۱	۵۰ ر
بی، این، شرما،	۱۹۱۱	۸۷ ر
کے، ٹی، شاہ،	۱۹۲۱-۲۲	۴۶ ر

اس آخری حساب سے فی کس روزانہ دو آنے ڈیڑھ پائی پڑتی ہے، اس کے ساتھ یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ یہ رقم بھی اس وقت مل سکتی ہے، جب دولت کی مساویانہ تقسیم ہو، لیکن سرمایہ دار کروڑوں انسانوں کی روزی اپنے گھر میں سمیٹے ہوئے ہیں اور وہ کروڑ انسان ایسے ہیں جن کو دن میں ایک مرتبہ بھی پیٹ بھر کر کھانا نصیب نہیں ہوتا، کپڑے اور دوسری ضروریات کا تو ذکر ہی کیا ہے،

ایک زراعتی کوشش،

اس حقیقت سے تو ہر شخص واقف ہے کہ آلو اور ولایتی بیگن، (جسے دکن میں [illegible] کہتے ہیں) دونوں بالکل مختلف الفطرت چیزیں ہیں، آلو زمین کے اندر پیدا ہوتا ہے، اور ولایتی بیگن درخت میں پھل کی طرح ہوتا ہے، لیکن ماہرین زراعت نے دونوں کی قلموں اور شاخوں کو ملا کر ایسے درخت پیدا کرنے میں کامیابی حاصل کر لی ہے جو ایک طرف زمین میں آلو پیدا کرتے ہیں اور دوسری طرف ان کے بالائی حصہ میں ولایتی بیگن پھلتے ہیں،

ہندوستان کا سالانہ تعلیمی خرچ

حکومت ہند نے گذشتہ ماہ ۲۶-۱۹۲۵ء کی تعلیمی سالانہ روداد شائع کی ہے، اس سے پتہ چلتا ہے کہ اس سال

حکومت نے اس اہم ترین ضرورت پر ۱۹۰۹۰۳۱ روپے صرف کئے، اور یہ رقم گذشتہ سال سے زیادہ ہے، کہ اس سال ۱۹۰۲۳۱۹۷ روپیہ خرچ ہوئے تھے، اس اضافہ میں بمبئی کے ۳۱½ لاکھ اور بنگال کے ۲۰ لاکھ ہیں، صوبۂ متحدہ میں حکومت تمام اخراجات کا ۵۰ فیصدی دیتی ہے، بنگال میں ۳۰ء۱ فیصدی، صوبۂ متوسط میں فیس کی آمدنی ۱۲ء۲ فیصدی ہے، بنگال کے علاوہ دوسرے صوبوں کی فیس کی آمدنیاں یکجا جمع کیجائیں تو وہ تمام اخراجات کا ۱۲ء۱ فیصدی ہوتی ہیں، اور اس میں غیر سرکاری خود رفت جو آمدنی ہوئی ہے، وہ ۲۲ء۵ فیصدی ہے، اور صوبۂ بمبئی میں ۱۲ء۱ فیصدی، بہار میں مجالس اضلاع اخراجات کا ۲۰ء۵ فیصدی حصہ ادا کرتی ہیں اور بنگال میں صرف [illegible] فیصدی،

ٹالسٹائی کی صد سالہ سالگرہ

گذشتہ ۱۰ ستمبر کو لیو ٹالسٹائی کی صد سالہ سالگرہ اس کے خاندانی ریاست ییسنا یا پولینا میں بہت دھوم دھام سے منائی گئی، اسی انقلاب کے بعد سے اس جگہ نے ایک قومی عجائب خانہ کی صورت اختیار کر لی ہے، اور روسی دور دراز سے آکر اس کی عقیدتمندانہ زیارت کرتے ہیں،

ایک نیا ہوائی جہاز

ایک فرانسیسی انجنیر ایم ہینڈسینی نے ایک نئے قسم کا ہوائی جہاز بنایا ہے، اس کے نہ بازو ہیں اور نہ محرک پہیا، بلکہ دو جانب پرانے جہازوں کے پہیوں کی طرح پہیے لگے ہوئے ہیں، اور وہی گردش کر کے جہاز کو آگے یا پیچھے لیجاتے ہیں، اس کی حرکت بالکل اس قسم کی چرخی کی ہے، جس کی ابھی حال میں جرمنی میں نمائش ہوئی ہے، موجد نے اس کا ماڈل بھی تیار کر لیا ہے، اور وہ ایک چڑیا کی طرح فضا میں اُڑتا رہتا ہے، اس کا خیال ہے کہ اگر وہ اسی اصول پر بڑا جہاز تیار کر سکا تو وہ ایک گھنٹہ میں سات سو سے لیکر ایک ہزار میل تک کی مسافت طے کریگا،

انگلش نہر کے تیراک

آج سے تقریباً ۵۳ سال پہلے ۱۸۷۵ء میں کپتان ویب نے سب سے پہلی مرتبہ اس نہر کو تیر کر عبور کرنے میں

کامیابی حاصل کی تھی، اس کے بعد وقتاً فوقتاً مختلف لوگ اس کی کوشش کرتے رہے، لیکن ۱۹۲۶ء سے ایسے لوگون کی تعداد بڑھ گئی، چنانچہ اس وقت تک ۱۶ آدمی اس کو عبور کرنے مین کامیابی حاصل کر چکے ہین، ان مین پانچ عورتین اور ۱۱ مرد ہین، ان گیارہ مردون مین مصر کا ایک نوجوان بچ ہلمی بھی ہے، ہم ذیل مین ان شناوران دریا بار جانیہ کی فہرست واقفیت عامہ کیلئے درج کرتے ہین

نام	تاریخ	گھنٹہ	منٹ
جی بیکائیل،	۱۰ ستمبر ۱۹۲۶ء	۱۱	۵
ایچ، ور کوتر،	۳۰ اگست ۱۹۲۶ء	۱۲	۳۰
این، ایل، ڈرہم،	۱۷ ستمبر ۱۹۲۶ء	۱۳	۵۷
ای، ایچ، ہمی،	۵ اگست ۱۹۲۶ء	۱۴	۲۹
مس جی اڈرلے،	۶ اگست ۱۹۲۶ء	۱۴	۳۹
مسز ایوی، گل،	۱۳ اکتوبر ۱۹۲۶ء	۱۵	۹
مس ایم گلٹزرے،	۷ اکتوبر ۱۹۲۶ء	۱۵	۱۵
مسز کارسن،	۲۸ اگست ۱۹۲۶ء	۱۵	۲۸
ای، ٹیرابوشی،	۱۲ اگست ۱۹۲۳ء	۱۶	۳۳
سی ٹوتھ،	۱ ستمبر ۱۹۲۳ء	۱۶	۵۴
مس ڈیوی ہاکے،	۱۹ اگست ۱۹۲۸ء	۱۹	۱۶
کپتان ڈبلو، ویب،	۲۵ اگست ۱۸۷۵ء	۲۱	۴۵
ٹی ڈبلو، برگز	۶ ستمبر ۱۹۱۱ء	۲۲	۳۵
بچ ہلمی،	۱ ستمبر ۱۹۲۸ء	۲۳	۴۰
ایچ سیلون	۷ اگست ۱۹۲۳ء	۲۷	۳۳

ادبیات

جذبات طاہر

از

جناب نواب صفی الدولہ حسام الملک شمس العلماء سید محمد علی حسن خان صاحب طاہر

جناب نواب صاحب کی یہ غزل سرتاپا مرصع ہے، خصوصاً پانچوان اور چھٹا شعر تو بیحد بلند ہے، امید ہے کہ اس بزم ادب مین ہمارے بزرگ کبھی کبھی تشریف لایا کرینگے،

ہے قہر کی چمک تری چشم سیاہ مین ۔۔۔ عالم کو کر دے زیر و زبر اک نگاہ مین

سرخی سی کیون ہے گوشۂ چشم سیاہ مین ۔۔۔ دل چھد کے رہ گیا نہ ہو تیری نگاہ مین

واعظ بھی اُس گلی مین پہنچتے ہین گاہ گاہ ۔۔۔ صاحب سلامت اُن سے بھی ہوتی ہے راہ مین

بے باکیان حیا نے بھی سیکھین، غضب ہوا ۔۔۔ کہتا تھا مین کہ دل کو نہ رکھو نگاہ مین

بدنام بتکدہ ہے مگر کچھ نہ پوچھیے ۔۔۔ دیکھے ہین رنگ مین نے جو کچھ خانقاہ مین

راہ سلوک عشق ریاضت طلب نہین ۔۔۔ سو سو مقام ہوتے ہین طے اک نگاہ مین

خورشید و حسن مین ترے اتنا ہی فرق ہے ۔۔۔ جتنا ہے فرق روشنی مہر و ماہ مین

پنہان ہین اس کے رخ مین ہزارون رموز حسن ۔۔۔ ہوتا ہے انکشاف نیا ہر نگاہ مین

ہے شیخ و برہمن کی یہ سب فرقہ بندیان ۔۔۔ کیا بتکدہ مین ہے جو نہین خانقاہ مین

اک حور کی ہے مجھ کو بھی، واعظ کو بھی آرزو ۔۔۔ واعظ بھی تو شریک ہے میری نگاہ مین

طاہر کٹے گی ہجر کی کیونکر شب دراز ۔۔۔ تم دل پکڑ کے بیٹھ گئے ایک آہ مین

شمع

ازمولوی سید ابو محمد صاحب ثاقب کانپوری

ضبط پر قدرت ہے تجھکو یہ کہ تو خاموش ہے
تیرے سینے مین اگرچہ یاس و غم کا جوش ہے

تیرے اشکون سے ہے ظاہر رنجِ بے تابی کا حال
بزم مین جلنا ہی تیری زندگی کا ہے مآل

تیری دھیمی روشنی مین ہے نہان الفت کا راز
تیری ہر ہر سانس ہے افسانۂ سوز و گداز

تیرا جلنا درس ہے اہلِ بصیرت کے لیے
شمع ہے تو رہبرِ راہِ محبت کے لیے

صبر کی محفل مین اک تو ہی ہے لذت آشنا
ضبطِ رازِ عشق مین ہو جاتی ہے خود ہی فنا

تو نہ ہوتی تو نہ ہوتی بزمِ عشرت مین ضیا
تو نہ ہوتی تو نہ ہوتا منکشف رازِ فنا

تیری ہی ممنون ہین شاہ و گدا کی محفلین
تجھ سے ہی پر نور ہین شامِ الم کی منزلین

بیکسون کی قبر پر روتی ہے راتون کو تو ہی
آنسوؤں لاجن کی قبرون پر نہین ہے کوئی بھی

سچ بتا اے شمع کس کے ہجر مین روتی ہے تو
کس کے غم مین آنسوؤن سے اپنا منہ دھوتی ہے تو

کیا تجھے بھی ہے کسی کی کم نگاہی کا گلہ
کیا تری ہستی بھی ہے یاس و الم مین مبتلا

ضبط کرتی ہے جسے تو کون سا وہ راز ہے
کس طلسمِ راز کی اے شمع تو دمساز ہے

انجامِ ہستی

از
تسکین سورتی

نزع کا عالم ہے جسم مضمحل ہے بیقرار
نور آنکھون مین نہین چہرہ پہ زیبائی نہین

ہر طرف گھبرا کے اٹھتی ہین نگاہین بار بار
حسرتِ گفتار ہے اور تابِ گویائی نہین

دیکھ اے مغرور انسان! اپنی ہستی آج دیکھ!

بسکہ زعمِ علم و دانش سے فلک پر تھا دماغ
ایک مخلوقِ خیالی تھا خدا تیرے لیے

مادی دنیا نے وہ تجھکو دکھائے سبز باغ
تو نے یہ سمجھا نہ تھی گویا فنا تیرے لیے

کس طرح مٹتی ہے تیری خود پرستی آج دیکھ!

بزمِ دنیا بھی وہی ہے، دورِ صہبا بھی وہی
ہے وہی ساغر وہی آوازِ نوشا نوش ہے

ہو اگر قدرت تو ہو، تو بھی شریکِ میکشی
اے بلا نوشِ اجل! اب کس لیے بیہوش ہے

دیکھ او غافل! خمارِ جوشِ مستی آج دیکھ!

کیا ہوئی وہ تیری دولت کیا ہوا وہ تیرا گنج
ہر گھڑی بیتاب تیرا نفس تھا جس کے لیے

ہان اسے بھی ساتھ لیتا جا کہ حاصل ہو نہ رنج
کیا یہین تک ختم تھی تیری طلب اس کے لیے

اتنی دولت پر یہ اپنی تنگدستی آج دیکھ!

یاد دورِ ناز سے پھولون پہ نیند آتی نہ تھی
یا قضا تجھکو سلائیگی خس و خاشاک مین

اب فلک پیمائیِ عالی دماغی ہو چکی
خاک کے پتلے تجھے ملنا پڑیگا خاک مین

عمر بھر دیکھا ہے تو نے اوج! اب پستی آج دیکھ!

ایک دنیا دور ہے دنیا سے اور دنیا مین ہے!
ایک آبادی کہ ہے آباد بھی برباد بھی!

شہر ہے اک شہر کے نزدیک اور صحرا مین ہے
حشر تک رہنا ہے جس مین شاد بھی ناشاد بھی

جو نہ دیکھی تھی کبھی تو نے وہ بستی آج دیکھ!

نزع کا عالم ہے جسم مضمحل ہے بے قرار
نور آنکھون مین نہین چہرہ پہ زیبائی نہین

ہر طرف گھبرا کے اٹھتی ہین نگاہین بار بار
حسرتِ گفتار ہے اور تابِ گویائی نہین

دیکھ او مغرور انسان اپنی ہستی آج دیکھ!

باب التقریظ والانتقاد

سیاحتِ افغانستان

مؤلفہ جناب حاجی میر شمس الدین صاحب، صفحہ ۱۱۳، تین تصاویر قیمت ۱۲ ر پتہ مصنف سے لاہور کے پتہ سے ملیگی،

انجمن حمایت اسلام لاہور کے بانیون مین حاجی شمس الدین صاحب ایک خاص عزت و اہمیت رکھتے ہین عرصہ تک وہ اس کے ناظم عمومی بھی رہ چکے ہین تعلیمات سے ان کو خاص لگاؤ ہے، اور برسون کے تجربون نے ان کے خیالات کو مستند و لائق غور بنا دیا ہے، جولائی ۱۹۲۶ء مین وہ افغانستان کی تعلیمی حالت کے مطالعہ کے لئے وہان گئے تھے اور امیر صاحب کی خواہش پر انھون نے مختلف مدارس کا معائنہ کرکے اپنی رپورٹ بھی پیش کی تھی، چنانچہ یہ سفرنامہ، سفر کے عام کوائف شہر دن کے حالات، مدارس کے معائنہ کی کیفیت، اور تعلیمی رپورٹ کا مجموعہ ہے، ضمناً دوسرے مباحث بھی پیش آ گئے ہین،

اس سفرنامہ سے افغانستان کی تعلیمی کیفیت، اور وہان کے مدارس و مکاتب کی پوری حالت معلوم ہوتی ہے، خود شہر کابل کی کیفیت بھی دلچسپی سے خالی نہین، فرماتے ہین،

کابل

"ان لوگون کا جنھون نے آج سے دس سال قبل کابل کو دیکھا تھا بیان ہے کہ آج کل کا کابل وہ شہر نہین جو انھون نے دیکھا تھا، اس عرصہ مین نئی اور عالی شان عمارتین بکثرت بن گئی ہین، اور بے شمار نئی دوکانین تعمیر ہو کر کھل گئی ہین، جو ضروریات زندگی کے سامانون سے پر اور خوب آراستہ ہین، اندرون شہر اور بیرون شہر کی تمام سڑکین عموماً پختہ، ان کی پوری پوری غور و پرداخت ہوتی ہے، صفائی کا انتظام اچھا ہے، نالیان پکی بن گئی ہین، اور بن رہی ہین، سڑکون کی صفائی اور چھڑکاؤ کیلئے ملازم مقرر ہین ...... کابل مین برقی تارون کا ایک جال تنا ہوا ہے شہر کے اندر اور اس کے ارد گرد تمام سڑکون پر روشنی بجلی ہی کے ذریعہ ہوتی ہے، دکانون اور گھرون مین بھی عام طور پر برقی لمپ لگے ہوئے ہین، رات کو سارا شہر ایک بقعۂ نور

...ام ہوتا ہے،

افغانستان شاہراہ ترقی پر

افغانستان نہایت تیزی سے شاہراہِ ترقی پر گامزن ہے، ہر ایک شعبہ مین مغربی طریقہ پر کام ہوتا ہے، اور ان تمام ذرائع کو استعمال کیا جا رہا ہے جو مغربی اقوام کی ترقی کا موجب ہوئے ہین طرز معاشرت ...یت کا اثر عیان ہے، اور روز بروز شدت کے ساتھ پھیلتا جاتا ہے، مگر سردست یہ اثر صرف اعلیٰ اور متوسط تعلیم یافتہ ...ون تک محدود ہے، عوام مین اس کی علامتین کم پائی جاتی ہین،

پردہ کے متعلق اگرچہ اخبارون مین چہ میگوئیان ہو رہی ہین مگر مین انکی پر زور تردید کرتا ہون پردہ عام طور پر اسی ...طرح رائج ہے جیسا پنجاب اور ہندوستان مین ہے، اور عوام تو ہمارے جیسا برقع استعمال کرتے ہین، مین نے اعلیٰ اور متوسط ...ی کی افغانی خواتین مین سے ایک کو بھی بے پردہ نہین دیکھا، یہان تک کہ چھوٹی چھوٹی بچیان جن پر مذہباً پردہ فرض نہین ہے ...ب جاتے وقت چہرے پر نقاب ڈالتی ہین اور اس کے ساتھ کوئی بوڑھا مرد یا بوڑھی عورت ہوتی ہے، دولت مندون ...ڑکیان منہ پر نقاب ڈالے ہوئے اکثر گاڑیون پر آتی جاتی ہین،

راستے پر امن و محفوظ ہین، مسافر کے لئے کسی قسم کا کوئی خطرہ نہین، اور یہ موجودہ حکومت کی بہت بڑی کامیابی ہے ...ن کی نئی سڑکین بن رہی ہین، اور جو بن چکی ہین ان کی غور و پرداخت اچھی طرح ہوتی ہے، ایک نئی سڑک کابل سے ...تک دریائے کابل کے کنارہ کنارہ بن رہی ہے،

کابل سے جنوب مغرب ۳ میل کے فاصلہ پر ایک شہر کی بنیاد ڈالی گئی ہے، اس کا نام دار الامان رکھا گیا ہے بہت ...سی سرکاری عمارتین تیار ہو چکی ہین، چند زیر تعمیر ہین، اور بعض کی تعمیر ابھی شروع نہین ہوئی ہے، ان کے نقشے جرمن فن تعمیر ...اصول پر بنائے گئے ہین اور جرمن ہی انجینیرون کی زیر نگرانی بن رہی ہین، کابل سے ایک نہایت خوش نما اور وسیع سڑک ...ک شہر تک چلی گئی ہے، اس کے دونون طرف سفیدے کے درخت لگائے گئے ہین،

کابل سے دار الامان تک چند ماہ سے ریل بھی چلنے لگی ہے، اس کی پٹری چھوٹی ہے، گاڑیان میری موجودگی ...مین جرمنی سے بن کر آئی تھین،

مسئلۂ تعلیم

اعلیٰحضرت غازی امان اللہ خان کی توجہ گرامی کا مرکز تعلیم ہے، کہ ملت افغانستان ہر شعبہ مین بالخصوص تحصیل علوم و فنون مین اوج کمال تک پہونچ جائے، تمام ملک افغانستان مین مفت تعلیم دیجاتی ہے، اور صوبۂ کابل کے اندر ابتدائی تعلیم جبری ہے، دوسرے صوبون مین فی الحال جبری نہین ہے، مگر جب مدارس کی تعداد کافی ہوجائیگی تو وہان بھی تعلیم جبری ہوجائے گی، تعلیم کی اشاعت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے، کہ امیر شہید کے عہد مین کل ایک لاکھ اور چند ہزار سالانہ تعلیم پر خرچ ہوتا تھا، اور موجودہ عہد مین تقریباً ۵۰ لاکھ سکۂ افغانی خرچ ہوتا ہے،

اس وقت حدودِ افغانستان کے اندر ۳۲۲ مکاتب ہین جن مین ۲۶ ہزار طلبار تعلیم پاتے ہین، ان مین ۳۴۴ اور ۳ ابتدائی ہین، ۲ دو عورتون کے لئے مخصوص ہین جن مین ۹ ہائی اسکول کے برابر ہین، ان مین ایک مدرسۂ نسوان ہے، مدارس کی تفصیل یہ ہے: (۱) دار العلوم عربیہ (۲) دار الحفاظ، (۳) مکتب السنہ، (۴) دار المعلمین (ٹریننگ اسکول) (۵) مکتب زراعت (۶) مکتب نجاری، (۷) مکتب حکام، (۸) مکتب اصول دفتری، (۹) مکتب تلغراف، (۱۰) مکتب نقشہ کشی،

ان مذکورہ مدارس کے علاوہ ۲۸ پرائیویٹ مدرسے کابل مین ہین، اور ۶۰ ترکستان مین جنمین ۶ ہزار طلبار تعلیم پاتے ہین، کابل کے پرائیویٹ مدارس کو بھی حکومت امداد دیتی ہے، ان پرائیویٹ مدارس مین دینیات، فارسی، اور معمولی نوشت وخواند کی تعلیم ہوتی ہے،

اب تک افغانستان مین کوئی کالج موجود نہ تھا، لیکن اب مکتب رشدیہ یعنی ہائی اسکول مین پہلی جماعت (فرسٹ ایر) کھل گئی ہے، کالج کا نام اعلادیہ ہے، اس مین ۳ درجے ہین جنکا درجہ ہمارے یہان کے بی اے کے برابر ہے، اس کے بعد کی تعلیم کا نام یونیورسٹی کی تعلیم ہوگا،

دار العلوم عربیہ مین عربی ادبیات، منطق، فلسفہ، دینیات اور کسی قدر جغرافیہ کی تعلیم ہوتی ہے، اس مین ایکسو طالب علم ہین، دس سال کا نصاب ہے، مگر فی الحال چار جماعتین ہین،

دار المعلمین مین ۴ سال کا کورس ہے، اس مین ابتدائی تعلیم دینے کی ٹریننگ ہوتی ہے، اس وقت یہان ۱۲۴ طلبہ ہین،

مکتب نقشہ کشی، اس مین دو جماعتین ہین، اور ۲۹ طالب علم ہین،

مکتب زراعت، اس مین فرانسیسی طریقہ پر زراعت کی تعلیم دیجاتی ہے، اس مین ۶۸ طلبہ ہین،

مکتب نجاری اس مین ۴۰ طلبہ لکڑی کا کام سیکھتے ہین،

مکتب السنہ مین مختلف زبانون کی تعلیم ہوتی ہے کہ ان سے ترجمان پیدا کئے جائین، اس مین ۳۱ طلبہ ہین جو فرانسیسی، روسی اور انگریزی کی تعلیم حاصل کرتے ہین،

مکتب مستورات، یہ دو حصون پر مشتمل ہے، ابتدائی اور رشدیہ، ابتدائی مین ۵۰ لڑکیان ہین اور رشدیہ مین ۱۰، ان کو سینا پرونا، کشیدہ کاڑھنا اور کھانا پکانا بھی سکھایا جاتا ہے،

مکتب حکام اس مین وہ لوگ تعلیم پاتے ہین جو انتظامی قابلیت پیدا کرنے کے بعد ملک کے مختلف حصون مین علاقہ داری یا چھوٹے چھوٹے عہدون پر مقرر کئے جاتے ہین، اور پھر آیندہ ترقی بھی کرسکتے ہین، اس مین ۵ جماعتین ہین، اور طلبہ کی تعداد ۱۲۴ ہے،

مکتب اصول دفتری، اس کے ذریعہ سے کلرک تیار کئے جاتے ہین، اس مین دو جماعتین ہین جنمین ۳۰ طلبہ تعلیم پاتے ہین،

ان تمام مدارس مین تعلیم کی کوئی فیس نہین لیجاتی ہے، صرف مکتب امانی اور مکتب امانیہ کے صاحب مقدرت طلبہ اور مکتب حکام اور مکتب دفتری کے طلبار سے خوراک کا خرچ لیا جاتا ہے، اور اول الذکر دو مکاتب کے غریب طلبہ کو کھانا بھی مفت دیا جاتا ہے، مکتب امانی، مکتب عالی امانی، دار المعلمین، اور دار العلوم عربیہ کے لئے یونیفارم مقرر ہے جو حکومت مفت دیتی ہے، مگر امانی اور عالی امانی کے ذی مقدرت طلبہ سے وردی کا خرچ بھی لیا جاتا ہے،

دار العلوم عربی کے کل طلبہ کو کھانا، بستر، چراغ، تمام چیزین حکومت دیتی ہے، دار الحفاظ کے طلبہ کو جو قرآن حفظ کرتے ہین، آٹھ ۸ روپیہ ماہوار کا وظیفہ بھی ملتا ہے، ایک دار الاقامہ بھی ہے، لیکن یہ ان لوگون کے لئے مخصوص ہے، جو دوسرے مقامات سے پڑھنے کے لئے آتے ہین، ان کی جملہ ضروریات حکومت پوری کرتی ہے، ان کی تعداد ۴۰۰ ہے،

وزارت معارف کے زیر اہتمام درسی کتابین فارسی مین تیار ہورہی ہین، انہین کچھ دوسری زبانون کے ترجمے ہین اور کچھ مستقل تصنیفین ہین، اسی کے اہتمام مین ایک رسالہ "آئینۂ عرفان" بھی فارسی مین نکلتا ہے، اس مین عموماً علمی، ادبی، تاریخی، اور اصلاحی مضامین نکلتے ہین، تعلیمی جد و جہد کے متعلق مفید اطلاعین بھی شایع ہوتی رہتی ہین،

الغرض حاجی صاحب کا یہ سیاحت نامۂ افغانستان ہماری ہمسایہ اسلامی سلطنت کی علمی و تعلیمی حالات پر بہت کچھ روشنی ڈالتا ہے، امید ہے کہ ناظرین اس کی پوری قدر کرین گے،

"م"

مطبوعات جدیدہ

وظیفۂ نبی یا اوراد الوحید، نواب وقار نواز جنگ مولنٰنا محمد وحید الزمان صاحب مرحوم حیدر آبادی
بزرگون کے دیکھنے والے تھے، مولانا نذیر حسین صاحب دہلوی، مولانا فضل رحمٰن صاحب مرادابادی اور مولینا
عبدالحئی صاحب لکھنوی رحمہم اللہ جیسے یگانۂ روزگار کے ارشد تلامذہ مین تھے، موصوف نے زبان اردو کی بڑی خدمت
انجام دی ہے، کتب صحاح ستہ و دیگر سنن حدیث، اور فقہ کی معتبر کتابون کے اردو ترجمے اور حواشی لکھے، تمام عمر
علوم دینیہ کی خدمت گذاری مین بسر کی، زیر تبصرہ رسالہ بھی موصوف ہی کا ترتیب دیا ہوا ہے، یہ رسالہ متقدمین
و متاخرین کے تمام احزاب و وظائف کو سامنے رکھکر ان مین ضروری اصلاح و ترمیم اور ضروریات زمانہ اور وقت
کو پیش نظر رکھکر مرتب ہوا ہے، جو کل سات احزاب یا وظائف پر مشتمل ہے جو ہفتہ کے ہر ایک دن کے لئے جدا جدا
ہین، اہل ذوق اس سے فائدہ اٹھا سکتے ہین، اسی رسالہ کے ساتھ ۲ صفحون کا ایک دوسرا رسالہ "تذکرۃ الوحید"
بھی منسلک ہے، جس مین موصوف نے اپنے مختصر حالات زندگی خود قلمبند فرمائے ہین، رسالہ کا حجم ۹۶ صفحے، قیمت درج
نہین اور نہ ملنے کا پتہ کتاب پر درج ہے، غالباً مولوی محمد احسن الزمان صاحب انجنیر حیدر آباد دکن سے مل سکتی ہے،

جواب شکوہ، ڈاکٹر اقبال کے شکوہ پر کسی نے دوسرا شکوہ لکھا، کسی نے شکوہ کا شکوہ کیا، اور کسی نے
جواب شکوہ کی جرأت کی، لیکن ڈاکٹر اقبال نے بارگاہ خداوندی مین شکوہ پیش کیا تھا، اور خود انھین نے اپنی زبان
سے جواب بھی لکھا، مگر کسی بندہ کو جواب دینے کا کیا حق حاصل تھا، سلسلۂ وحی و الہام کے مسدود ہونے کے باعث وہان
یہ توقع محال تھی، مگر ہمارے پاس خدا کا کلام موجود ہے جس کے ذریعہ سے یہ محال بھی امکان کی شکل مین سامنے آگیا،
"لسان الغیب" نے بارگاہ قدس کی ترجمانی کے فرائض انجام دیئے،
شمس العلماء حضرت حافظ سید محب الحق صاحب حافظ عظیم آبادی (لسان الغیب) اسوقت

فہم قرآن مین ہندوستان کے ممتاز ترین بزرگون مین شمار کئے جاتے ہین، مولانا نے اس رسالہ مین سر اقبال کے شکوہ کو
سامنے رکھکر قرآن مجید سے اس کا جواب قلمبند فرمایا ہے، اور جواب کی ہر ایک آیت کریمہ کے مفہوم کو نہایت سادگی
سے ایک ایک مصرع مین نظم فرمایا ہے، رسالہ مین ہر مصرع کے سامنے ہر ایک آیت معہ ترجمہ و مفہوم کے صفحہ مقابل پر
درج کردی گئی ہے، مسلمانون کو اس سے مذہبی حیثیت سے بھی مستفید ہونا چاہئے، رسالہ کا حجم چھوٹی تقطیع پر ۲۰ صفحے،
کاغذ اوسط درجہ کا ہے، کتابت اچھی ہے، مگر چھپائی صاف نہین، قیمت شاید آٹھ آنہ ہوگی، جناب مؤلف سے برنفضا
پٹنہ کے پتہ سے طلب کرین،

اسلام اور تعدد ازدواج، جناب مولوی ابو الفیض محمد سلیمان صاحب فاروقی بی اے اڈیٹر رسالہ الفیض
امرتسر نے اس رسالہ مین جیسا کہ اس کے نام سے ظاہر ہے، مخالفین کے اس اعتراض کو رد کیا ہے جو وہ کثرت ازدواج
کے سلسلہ مین اسلام اور پیغمبر اسلام علیہ السلام پر کرتے رہتے ہین، رسالہ مختلف عنوانون پر مشتمل ہے، مثلاً تعدد ازدواج،
اسلام نے تعدد ازدواج کو کیون جائز رکھا، یہ تحدید چار تک کیون ہوئی، تعدد ازدواج کے متعلق محققین یورپ کے
خیالات، تعدد ازدواج اور انبیاے سابقین، حضرت عیسیٰ کا تجرد، تعدد ازدواج اور ویدک مت، آفتاب
رسالت اور تعدد ازدواج، ہمارے خیال مین یہ رسالہ اپنے موضوع پر بڑی حد تک جامع و نافع ہے، رسالہ کا حجم
۲۲ صفحے، کتابت و طباعت اچھی ہے، قیمت ۲ ار پتہ :- الفیض دار الاشاعت چوک فرید امرتسر،

ہندوستان کے دو ریفارمر، مولینا ابو الوفا ثناء اللہ صاحب امرتسری نے اس رسالہ مین شری
دیانند سوامی کی ستیارتھ پرکاش اور مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی مختلف تصنیفات سے ایسے اقتباسات یکجا
کئے ہین، جن مین ان دونون نے انبیاے کرام، کتب سماوی، اور مختلف قومون اور اشخاص کی شان مین غیر مہذب
اور دلآزار سخت کلامیان کی ہین، مولینا کا مقصود اس رسالہ سے یہ ہے کہ جو ایسی سخت کلامی اور غیر مہذب گفتگو کر سکتا ہے
اور جو قومون اور پیشواؤن کو سب و شتم کرتا ہو کیا وہ کسی حیثیت سے مصلحین امت مین شمار کیا جاسکتا ہے؟ حجم ۱۴ صفحے،
کاغذ اور لکھائی چھپائی اچھی ہے قیمت ۳ ر پتہ :- دفتر اہلحدیث امرتسر،

جنتی دو پھول، مولوی نذر علی صاحب درد کاکوروی نے حضرت امام حسن وحسین رضی اللہ عنہما کے مختصر سوانح وفضائل مرتب کئے ہین، اور ان کو الحسن والحسین سید شباب اہل الجنۃ کی مناسبت سے، "جنتی دو پھول" سے موسوم کیا ہے، ماخذ مین بالعموم "معتبر شہادت نامہ" کا حوالہ ملتا ہے، حجم ۶۰ صفحے، تقطیع چھوٹی، لکھائی چھپائی اور کاغذ معمولی ہے، قیمت ۵ ر پتہ:- اللہ والے کی قومی دوکان، کشمیری بازار لاہور،

کلمۂ طیبہ، مولوی محبوب احمد صاحب مبارک بہاری ہڈ مولوی ہائی انگلش اسکول کشن گنج پورنیہ نے اس مختصر رسالہ مین کلمۂ طیبہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہؐ کی مختلف حیثیت سے تشریح وتوضیح اور فضائل بیان کئے ہین، جس مین صوفیانہ رنگ مین نکات ورموز کی بھی کچھ جھلک پائی جاتی ہے، رسالہ کا حجم ۱۵ صفحے، تقطیع چھوٹی، قیمت درج نہین، مصنف کے پتہ سے مل سکتا ہے،

صلاح اسلام، جناب منشی حمید احمد صاحب سب رجسٹرار نے اپنے بچون کی تعلیم وتربیت کے لئے ایک مختصر مجموعہ مرتب کیا تھا، جس مین مختلف مذہبی واخلاقی عنوان پر چھوٹے چھوٹے مضامین نظم ونثر مین درج ہین، مولف نے اس رسالہ کو اب "صلاح اسلام" کے نام سے شایع کیا ہے، حجم چھوٹی تقطیع پر ۴۶ صفحے، کتابت وطباعت اچھی ہے، قیمت ۴ر جناب مؤلف سے آسیون ضلع اناؤ کے پتہ سے مل سکتا ہے،

"ر"

دکلاے مرافعہ، مرتبہ جناب پروفیسر محمد مسلم صاحب عظیم آبادی سینٹ کلمبس کالج، ہزاری باغ، صفحات ۴۴، قیمت ۱۲ ر پتہ مرتب،

ایران مین تمثیل نگاری ایک صدی سے زیادہ کی چیز نہین، زیر تنقید تمثیل دراصل مرزا فتح علی کے آذری ترکی تمثیل (ڈرامہ) کا فارسی ترجمہ ہے، مترجم کا نام مرزا جعفر ہے، تمثیل کی سنجیدہ ظرافت اور جدید ایرانی زندگی و زبان سے ہندوستانیون کو آگاہ کرنے کے لئے لائق پروفیسر نے اسے اڈٹ کیا ہے، ابتدا مین ایک مختصر دیباچہ اور فارسی صرف ونحو کے تغیرات دکھانے ہین، حواشی کے ذریعہ عبارتون کو صاف بھی کیا گیا ہے، تمثیل بہت دلچسپ ہے، اور اسکولون کے فارسی خوان طلبہ کے لئے اس کا مطالعہ مفید ہوگا، اور نئی فارسی سے ان کو آشنا کریگا،

"ن"

عدد ششم	ماہ جمادی الثانی ۱۳۴۷ھ مطابق ماہ دسمبر ۱۹۲۸ء	جلد بست ودوم

مضامین